ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
30
www.tanzeem.org
27 شوال تا 4 ذوالقعدہ 1437ھ / 2 تا 8 اگست 2016ء

اس شمارے میں

سرمایہ دارانہ نظام کا شکنجہ

حقیقی کامیابی کے راز

مجرم ہم ہی گردانے گئے!

طالبات سے کچھ قیمتی باتیں

ترکی میں بغاوت کے اسباب اور نتیجہ

فرانس میں دہشت گردی

انسانیت کا مذہب

حقوقِ قرآن اور تصورِ ثواب

شیوخ الجامعات سے اپیل

سیلاب سے بچنے کی صورت

یہ قرآن مجید کی بہت مختصر سی آیت ہے، جو چند لفظوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○﴾ (الحجر:9)

''بے شک ہم نے ''اَلذِّکۡرَ'' کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی یقینی طور پر اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

''وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ'' کے اندر پچاس اعلانات ہیں۔ اس کے اندر اعلان ہے کہ ہم اس کتاب کو، اس کتاب کے اندر جو مطالب ہیں، ان مطالب کو بھی زندہ رکھیں گے، ہم اس پر عمل کرنے کے سلسلہ کو بھی باقی رکھیں گے، ہم اس کتاب کی حفاظت کرنے والوں کی بھی حفاظت کریں گے۔ اس کتاب کو یاد کرنے والوں کی بھی عزت کرائیں گے۔ اس کتاب کا علم حاصل کرنے والوں کے سلسلہ کو بھی باقی رکھیں گے۔ ہم اس زبان کو بھی محفوظ رکھیں گے۔ جس زبان میں یہ نازل ہوئی ہے، اس زبان کے ان علوم کو بھی باقی رکھیں گے، جو اس زبان کے سیکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ ان مقامات کی بھی حفاظت کریں گے، اس ملک کی بھی حفاظت کریں گے، جہاں کی اور جس ملک کی یہ زبان ہے!

ہم اس قرآن کے محافظ ہیں تو اس کے حاملین کے بھی محافظ ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ اذان رہے، مؤذن نہ رہے۔

اس ''وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ'' میں ساری حفاظتیں اور ضمانتیں ہیں۔ اس لیے مبارک ہیں، وہ لوگ جو اپنے کو اس سلسلہ میں داخل کریں۔ اس کشتیٔ نوح میں اپنے آپ کو بٹھادیں۔ میں کشتی نوح کہتا ہوں، کہ ﴿لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ﴾ (ہود:43) ''آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے۔'' ایک ہی جگہ تھی۔ طوفانِ نوح میں بچنے کی، اس وقت بھی اگر کوئی جگہ ہوسکتی ہے، جبکہ ایک سیلاب اُمڈا چلا آرہا ہے۔ ساری دنیا پر مادیت کا، نفس پرستی کا، خواہش پرستی کا، قوت پرستی کا، طاقت پرستی کا، یہ سب کو لے ڈوبے گا۔ اس وقت کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ کشتی قرآن ہے، جو اس میں جگہ حاصل کرے گا، اپنی جگہ بنالے گا، وہی بچے گا۔ مسلمانوں کی حفاظت کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ہم قرآن مجید کے سائے کے نیچے آجائیں۔ حفاظت کا راز قرآن کی بقا میں ہے، قرآن مجید کی تعلیمات کی بقا میں ہے، یہ ضمانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: ''وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ'' ''ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں!!

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الہدیٰ (716)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اچھے اعمال کا صلہ

سُورۃُ الکہف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 30 تا 32

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ
تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ یَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ
وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡہَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَ اضۡرِبۡ لَہُمۡ مَّثَلًا
رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِہِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰہُمَا بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمَا زَرۡعًا ﴿ؕ۳۲﴾

آیت ۳۰ ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾﴾ ”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے تو ہم نہیں ضائع کریں گے اجر اُس شخص کا جس نے اچھا عمل کیا۔“

آیت ۳۱ ﴿اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ﴾ ”ان ہی لوگوں کے لیے ہیں رہنے کے ایسے باغات جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی“

﴿یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ یَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ﴾ ”انہیں پہنائے جائیں گے اس میں سونے کے کنگن اور وہ پہنیں گے سبز رنگ کے کپڑے باریک ریشم کے اور موٹے ریشم کے“ یعنی ان کا اوپر کا لباس باریک جبکہ نیچے کا موٹے ریشم کا ہوگا۔

﴿مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡہَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ﴾ ”ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے تختوں پر۔“

﴿نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾﴾ ”کیا ہی اچھا بدلہ ہوگا (ان کے لیے) اور کیا ہی خوب آرام گاہ ہوگی!“

آیت ۳۲ ﴿وَ اضۡرِبۡ لَہُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَیۡنِ﴾ ”(اے نبی ﷺ!) آپ بیان کیجیے ان کے لیے دو اَشخاص کی مثال“

﴿جَعَلۡنَا لِاَحَدِہِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰہُمَا بِنَخۡلٍ﴾ ”اُن میں سے ایک کو ہم نے دیے تھے دو باغ انگوروں کے اور اُن دونوں کو گھیر دیا تھا ہم نے کھجوروں کے درختوں کے ساتھ“

انگوروں کی بیلوں کے گرداگرد کھجوروں کے درختوں کی باڑ تھی تاکہ نازک بیلیں آندھی طوفان وغیرہ سے محفوظ رہیں۔ ﴿وَّ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمَا زَرۡعًا ﴿ؕ۳۲﴾﴾ ”اور ہم نے ان دونوں (باغوں) کے درمیان کھیتی کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔“

بنیادی طور پر وہ انگوروں کے باغات تھے۔ ان کے اطراف میں کھجوروں کے درخت تھے۔ ان درختوں سے کھجوریں بھی حاصل ہوتی تھیں اور وہ حفاظتی باڑ کا کام بھی دیتے تھے۔ درمیان میں کچھ زمین کاشت کاری کے لیے بھی تھی گویا ہر لحاظ سے مثالی باغات تھے۔

فرمانِ نبویؐ

جنت اور اس کی نعمتیں

عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((لَوۡ غَدۡوَۃٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ رَوۡحَۃٌ خَیۡرٌ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا وَلَوۡ اَنَّ امۡرَاَۃً مِنۡ نِّسَاءِ اَہۡلِ الۡجَنَّۃِ اِطَّلَعَتۡ اِلَی الۡاَرۡضِ لَاَضَاءَتۡ مَا بَیۡنَہُمَا وَلَمَلَاَتۡ مَا بَیۡنَہُمَا رِیۡحًا وَلَنَصِیۡفُہَا عَلٰی رَاۡسِہَا خَیۡرٌ مِنَ الدُّنۡیَا وَمَا فِیۡہَا)) (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان (یعنی جنت سے لے کر زمین تک) روشنی ہی روشنی ہو جائے، اور مہک اور خوشبو سے بھر جائے، اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حدیث کے ابتدائی حصے میں دعوت دین کے سلسلے میں اللہ کی راہ میں نکلنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر کے لیے نکلنا دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ حدیث کے دوسرے حصے میں جنت کی نعمتوں خاص کر اہل جنت کی بیویوں کے غیر معمولی حسن و جمال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں اہل ایمان کو دین کی دعوت عام کرنے کے لیے گھر بار چھوڑنے اور جنت کی نعمتوں کے حصول کا ذکر ہے۔

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرمایہ دارانہ نظام کا شکنجہ

جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے دھن یعنی سرمایہ کو ایک اہمیت اور حیثیت حاصل ہے۔ البتہ سرمایہ مختلف شکلیں بدلتا رہا۔ کبھی یہ پالتو جانوروں کے ریوڑ کی صورت میں اور کبھی دوسرے ساز و سامان کے مالِ تجارت ہونے کی صورت میں۔ پھر جب انفرادیت کا دور ختم ہوا اور اجتماعیت وجود میں آئی، قبائل، معاشرے، یہاں تک کہ ریاستیں وجود میں آ گئیں تو اس سرمایہ نے اقتدار اور قوت کے ایک ستون کی حیثیت حاصل کر لی۔ البتہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ چند صدیاں پہلے تک سرمائے کو اقتدار اور قوت کی جنگ میں کلیدی یا منظّم مرکزی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل نہ تھی۔ سترھویں (17) صدی میں سرمایہ منظّم قوت بننا شروع ہوا جب 1664ء میں سویڈن میں پہلا بینک قائم ہوا۔ جلد ہی سرمایہ دارانہ نظام نے باقاعدہ دنیا کو اپنے شکنجہ میں لینا شروع کیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے کسٹوڈین یہ جانتے تھے کہ انسانوں کا خون پینے والا اور اُن کی ہڈیاں چبا جانے والا یہ نظام surface پر رہا، یعنی اپنے ظاہر کے ساتھ انسانوں کے سامنے رہا تو دنیا اِسے قبول نہیں کرے گی، لہٰذا اس پر ایک خوبصورت خول چڑھایا گیا۔ لوگ مطلق العنان بادشاہوں سے تنگ تھے۔ اُن کی چیرہ دستیوں نے عوام کی زندگی اجیرن کی ہوئی تھی۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھایا گیا اور فرانس میں 1788ء میں اشتعال انگیزی کے ذریعے ایک ایسی عوامی بغاوت برپا کر دی گئی جس نے ملوکیت کا تیاپانچہ کر دیا۔ اس عوامی بغاوت کو انقلاب فرانس کا نام دیا گیا۔ اس انقلاب کے ذریعے دنیا کو ایک نئے طرزِ حکومت سے متعارف کرایا گیا جسے جمہوریت کہا جاتا ہے۔ اس جمہوریت میں عوام کو حکومت بنانے اور بدلنے کا حق دیا گیا۔ ایک خوبصورت نعرہ سے دنیا کو متعارف کرایا گیا یعنی Governmentof the people for the people and by the people۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس طرزِ حکومت یعنی جمہوریت میں اچھائیاں بھی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اس طرزِ حکومت کو استعمال کیا گیا اور کیا جا رہا ہے اس انسان دشمن نظام کے تحفظ کے لیے جسے سرمایہ دارانہ نظام کہا جاتا ہے۔ گویا جمہوریت کو سرمایہ دارانہ نظام کی ڈھال بنا لیا گیا۔ جمہوریت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بتایا گیا کہ انسانوں کو تحریر و تقریر کی آزادی ہوگی اور وہ اس آزادی کو مقتدر قوتوں کے خلاف بھی استعمال کر سکتے ہیں، لیکن ساتھ ہی آگے بڑھ کر سرمائے نے میڈیا پر قبضہ کر لیا۔

اب میڈیا آزاد ہے، لیکن سرمائے کے قبضہ کی وجہ سے یہ ساری آزادی سرمایہ دار کے اور سرمایہ دارانہ نظام کے حق میں استعمال ہوتی ہے۔ سرمایہ دار ایک طرف میڈیا کے ذریعے ذہن سازی کر کے اُن لوگوں کے حق میں راستہ ہموار کرتا ہے جو حکومت میں آ کر اس نظام کو مزید مستحکم کریں اور دوسری طرف دنیا بھر میں (برطانیہ کو کسی حد تک استثناء حاصل ہے) جمہوری عمل اس قدر مہنگا کر دیا گیا ہے کہ غریب تو کیا متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والا شہری بھی حکومت کا حصہ بننے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی کا

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 شوال تا 4 ذوالقعدہ 1437ھ جلد 25
2 تا 8 اگست 2016ء شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ردعمل بالشویک انقلاب کی صورت میں سامنے آیا۔ سوویت یونین جیسی اشتراکی ریاست قائم ہوئی۔ مزدور کے نام کو استعمال کیا گیا لیکن عملی طور پر بدترین ریاستی سرمایہ دارانہ نظام کی صورت سامنے آئی۔ لہٰذا اُس نظام کی حامل ریاست ستر سال میں شکست وریخت سے دوچار ہوگئی۔ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے کسٹوڈین نسبتاً زیادہ سمجھ دار اور صحیح تر الفاظ میں زیادہ عیار اور مکار ہیں۔ یہ اپنے گھوڑے کو بھوکا نہیں مارتے بلکہ اُسے اچھی گھاس کھلاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گھوڑے کو اگر اچھا چارہ ملا تو سرمایہ دارانہ نظام کے استحکام کی طرف سفر تیز تر اور آسودہ ہوگا۔ بہرکیف آج دنیا میں ایسے سات بینک موجود ہیں جو دنیا بھر کی دولت پر مکمل کنٹرول رکھتے ہیں۔ ایک حیران کن بات یہ ہے کہ دنیا میں اُس قدر دولت موجود نہیں ہے جتنا قرض دنیا میں پھیلا دیا گیا ہے، یعنی یہ ہوائی دولت ہے جس کا فائدہ بھی سرمایہ دار اور بینکار اٹھا رہے ہیں۔ آج دنیا بھر کی بڑی اور اہم حکومتیں اِن بینکاروں کی اجازت کے بغیر اپنے ملک میں پتے کو جنبش نہیں دے سکتیں۔ یورپ اور امریکہ کی حکومتیں اس لیے پائیدار اور مستحکم نظر آتی ہیں اور انتقالِ اقتدار انتہائی پُرامن اور اچھے ماحول میں ہوتا ہے کہ وہاں اقتدار کی دوڑ میں شریک ہر ہر جماعت اور فرد سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت اور اِن بینکاروں کی دی گئی بنیادی پالیسیوں سے انحراف کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اِن بڑی اور اہم حکومتوں کے ذریعے باقی دنیا کی تمام حکومتوں کو غلامی میں جکڑا گیا ہے، جو معمولی سی بھی سرتابی کرتا نظر آئے اُسے کچل دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ سب سرمائے کی سنہری زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کا ریموٹ اِن سرمایہ داروں اور بینکاروں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ عالمی ساہوکار اسی عالمی فرمانروائی کے لیے مختلف ممالک میں مختلف حربے استعمال کرتے ہیں جن میں قتل وغارتگری بھی شامل ہے، کرپشن اور منشیات کی تجارت کا استعمال بھی شامل ہے۔

آیئے! اس پس منظر میں پاکستان کے حالات کا جائزہ لیں۔ پاکستان نے چونکہ نظریاتی ریاست کے طور پر جنم لیا تھا، اگر یہاں دعویٰ کے مطابق اسلام بحیثیت نظام رائج کر دیا جاتا اور پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن کر ابھرتا تو بقیہ دنیا خصوصاً عالم اسلام پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے۔ اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی اس استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کو بُری طرح چیلنج کرتا۔ لہٰذا آغاز ہی سے پاکستان پر فوکس کر لیا گیا۔ اُس زمانہ میں چونکہ سرمایہ دارانہ نظام کو اشتراکیت کا چیلنج درپیش تھا لہٰذا پاکستان کو دوست اور حلیف بنایا گیا، عسکری سطح پر پاکستان کو مضبوط کیا گیا۔ یہ خطے کے حالات کا تقاضا تھا، لیکن معاشی لحاظ سے شروع ہی سے اُس کی بنیادوں کو نقصان پہنچانے کی پالیسی اختیار کی گئی۔ پاکستان کی اُنہتر سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو تمام وزرائے خزانہ، الاماشاءاللہ، امریکہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ سٹیٹ بینک کے گورنرز بھی امریکہ کی منشاء کے مطابق مقرر ہوتے تھے۔ باقاعدہ پلاننگ اور پروگرام کے مطابق حکمرانوں کو کرپشن کے راستے پر ڈالا گیا۔ میگا پراجیکٹس کے لیے بڑے بڑے قرضے دیئے گئے جن میں میگا کرپشن ہوئی۔ قرضے ریاست کے سرمنڈھ دیئے گئے اور بڑے بڑے کمیشن سیاست دان اور جنرل کھا گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قوم مقروض ہے اور ملک کی معاشی حالت دگرگوں ہے اور لیڈر امیر وکبیر ہیں اور دنیا بھر میں جائیدادیں رکھتے ہیں۔ وہ ان عالمی ساہوکاروں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، اُن کے نچائے ناچتے ہیں، جبکہ عام پاکستانی شہری کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ لوگ مہنگائی کے ہاتھوں خودکشیاں کر رہے ہیں۔ بجلی کے بل اہل خانہ پر بجلی بن کے گرتے ہیں، معاش کی تنگی نے گھروں میں خونی رشتوں کے درمیان فساد ڈالا ہوا ہے۔ دو وقت کی روٹی کا حصول سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔ دوائیوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، لہٰذا غریب کے لیے جینا اور مرنا دونوں عذاب بن چکے ہیں۔ نوجوان چوریوں اور ڈاکوں کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز اُٹھ گئی ہے۔ روپے پیسے کی خاطر عزت وعصمت کے سودے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا جس کا نام پاکستان رکھا گیا تھا وہ گندگی کا ایک بڑا جوہڑ بن چکا ہے اور معاشرہ اس قدر گل سڑ گیا ہے کہ شریف النفس لوگوں کا رہنا محال ہو گیا ہے۔

بہرحال ایک اقلیت ابھی موجود ہے جو نیک نیتی سے اصلاح اور فلاح چاہتی ہے، لیکن اس اقلیت کی اکثریت کو گھپ اندھیرے میں صحیح اور سیدھا راستہ نہیں مل رہا۔ کوئی ایدھی کو آئیڈیل قرار دے کر انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہے، کوئی سمجھتا ہے علم کا چراغ جلانے سے جہالت کے اندھیرے دور ہو جائیں گے، کوئی جمہوریت سے چمٹے رہنے میں پاکستان کی بقا اور سلامتی دیکھ رہا ہے۔

ہماری رائے میں یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں اور کرنے کے کام ہیں، لیکن اِن سے جزوی اصلاح ہو سکتی ہے اور معاشرے کو ہنگامی اور وقتی طور پر افاقہ ہو سکتا ہے۔ یہ اُس کینسر کا حتمی اور حقیقی علاج نہیں ہے جس نے اس معاشرے، ملک اور قوم کو لبِ گور کر دیا ہے۔ اس کینسر کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ قوم اس بدترین استحصالی نظام کے خلاف اٹھ کھڑی ہو، لیکن اور یہ ایک بڑا لیکن ہے کہ کسی باطل استحصالی نظام کو زمین بوس کرنے سے پہلے متبادل کے طور پر اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی نافذ کرنے کا ہوم ورک ہم مکمل کر چکے ہوں۔ یعنی خود اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ معاشرے کو اس کی دعوت دیں، لوگوں کو بتایا اور سمجھایا جائے کہ یہ اُن کی دینی ذمہ داری ہے۔ پھر نظام باطل کو ملیامیٹ کرنے اور اسلام کے نظام عدل کو نافذ کرنے کے لیے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں، وگرنہ جس کھائی کی طرف ہم بڑھتے جا رہے ہیں اُس سے شاید نہ بچ سکیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین! ☆☆

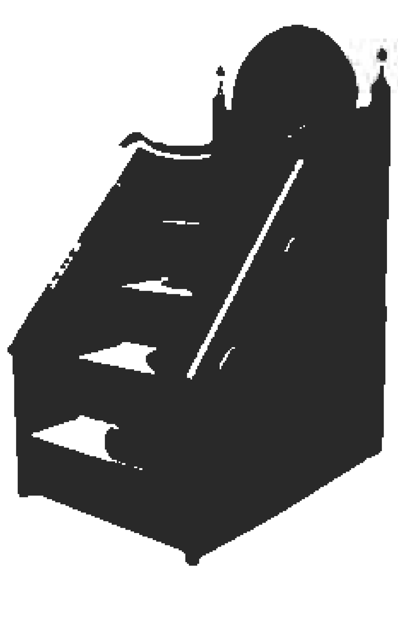

حقیقی کامیابی کے راز

سورۂ عبس کی آیات کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 15 جولائی 2016ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ میں ہم نے رمضان سے قبل سورۃ النازعات کا مطالعہ کیا تھا۔آج اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کرتے ہوئے ہم سورۂ عبس کا مطالعہ کریں گے۔دیگر مکی سورتوں کی طرح اس کا اصل موضوع بھی انذار آخرت ہی ہے جس کا آغاز ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ ایک موقع پر حضور ﷺ کے پاس قریش کے چند بڑے سردار (عتبہ، شیبہ، ابوجہل، اُمیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ اور عباس بن عبدالمطلب وغیرہ) بیٹھے تھے اور آپؐ ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے وعظ فرما رہے تھے کہ عین اُس وقت ایک نابینا صحابی عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ وہاں آئے اور آدابِ مجلس کی رعایت کیے بغیر آپؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔وہ عرض کر رہے تھے: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرْشِدْنِیْ ''یارسول اللہ! مجھے سیدھا راستہ بتائیے''۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھائیے''۔انؓ کی بار بار خلل اندازی کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر کچھ ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ①﴾ ''تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا''۔

﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ②﴾ ''اس بات پر کہ آیا اُس کے پاس نابینا''۔

﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ③﴾ ''اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم شاید کہ وہ تزکیہ حاصل کرتا''۔

﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④﴾ ''یا وہ نصیحت حاصل کرتا اور وہ نصیحت اس کے لیے مفید ہوتی''۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے بارے میں دو روایات ہیں۔ایک یہ کہ وہ ایمان لا چکے تھے اور دین کو سمجھنے کے لیے آپؐ کے پاس آئے تھے۔دوسری رائے یہ ہے کہ ان تک ابھی اسلام کی دعوت پہنچی تھی اور وہ مزید انشراح حاصل کرنے کے لیے آپؐ کے پاس آئے تھے۔

﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤﴾ ''لیکن وہ جو بے نیازی دکھاتا ہے''

﴿فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥﴾ ''آپ اُس کی تو فکر میں رہتے ہیں''۔

دین صرف عقیدہ بدلنے کے لیے نہیں آتا بلکہ یہ پورا نظام بدلنے کے لیے آتا ہے اور جو نظام کے custodian

مرتب: ابوابراہیم

ہوتے ہیں وہ اگر نہیں بدلتے تو وہ دین کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ کا دین بڑی آسانی سے قائم ہو سکتا ہے۔چنانچہ حضور ﷺ کے دل میں تھا کہ اگر سردارانِ قریش ایمان لے آئیں تو اس سے اسلام کو بڑی تقویت ملے گی اور جو مشن دیا گیا ہے کہ

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر:3) ''اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کریں''۔

یعنی اللہ کی دھرتی پر صرف اللہ کا نظام قائم ہو جائے تاکہ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرایا جاسکے۔سردارانِ قریش کے ایمان لانے سے عام لوگ بھی ایمان لے آتے اور آپؐ کا یہ مشن بہت جلد پورا ہو جاتا۔اس لیے آپؐ کی توجہ سرداران قریش کو قائل کرنے پر مرکوز تھی اور آپؐ عبداللہ بن اُمِ مکتومؓ کو توجہ نہ دے سکے۔

لیکن سردارانِ قریش کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ آپؐ صرف عقیدے کی بات نہیں کر رہے بلکہ آپؐ تو پورا نظام بدلنے کی بات کرتے ہیں اور ہماری پوری معیشت کی بنیاد اسی بت پرستی کے نظام پر ہے۔انہوں نے کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔جن پر چڑھاوے چڑھانے اور نذر نیاز دینے کے لیے عرب کے تمام قبائل آتے تھے اور کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے وہ سب چیزیں قریش کے حصہ میں آتی تھیں۔لہٰذا یہ ان کی معیشت کا مسئلہ تھا۔اس زمانے میں راہزنی اور ڈاکے عام تھے لیکن چونکہ تمام قبائلِ عرب کے بت بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے اس لیے قریش کے تجارتی قافلوں کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔لہٰذا بت پرستی کے اس نظام سے سرداران قریش کو بے شمار فوائد حاصل ہو رہے تھے اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر ہم نے توحید کی بات کی تو بت پرستی کے سارے نظام کا دھڑن تختہ ہو جائے گا۔ان کو بھی معلوم تھا کہ توحید کی ضرب تو پورے نظام پر پڑ رہی ہے۔اس لیے سرداران قریش آپؐ کی بات سمجھنے کے باوجود بے نیازی برت رہے تھے۔اس پر اللہ نے آپؐ کی گرفت کی کہ جو غرباء کے طبقے سے ہیں اور آپؐ کی توجہ اور شفقت کے زیادہ مستحق ہیں ان کی طرف آپؐ کی سب سے زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔

﴿وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦﴾ ''اور اگر وہ پاکی اختیار نہیں کرتا تو آپ پر کوئی الزام نہیں''۔

اور اگر سرداران قریش آپؐ کی بات نہیں مانتے، اپنے عقیدے، اپنی سوچ کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے تو آپؐ پر کوئی الزام نہیں ہے۔آپؐ کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کی خواہش ہوتی تھی کہ سردارانِ قریش میں سے کوئی ایمان لائے۔ جیسا کہ آپؐ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطابؓ میں سے کوئی ایک میری جھولی میں ڈال دے اور آپؐ کی وہ دعا حضرت عمرؓ کے حوالے سے پوری ہوگئی اور پھر اللہ نے حضرت عمرؓ کو جو مقام دیا اور ان کی وجہ سے اسلام کو جو تقویت ملی؟ یہ سب حقائق دنیا کے سامنے ہیں۔

﴿وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝8﴾ ''اور وہ جو آپؐ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے۔''

﴿وَهُوَ يَخْشٰى ۝9﴾ ''اور اس کے دل میں خشیت بھی ہے۔''

﴿فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝10﴾ ''تو اس سے آپؐ استغناء برت رہے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہراً نبی اکرم ﷺ پر گرفت ہوئی ہے لیکن الفاظ میں سردارانِ قریش پر عتاب کا پہلو نمایاں ہے۔ اصل مذمت ان کی ہو رہی ہے۔ ان کو بھی سنایا جا رہا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں اور جن کو تم حقیر سمجھ رہے ہو وہ اللہ کی نگاہ میں اونچے مقام والے ہیں۔ چنانچہ بعد میں جب عبداللہ بن ام مکتومؓ کبھی حضور ﷺ کے پاس حاضری دینے آتے تھے تو آپؐ فرماتے تھے۔

((مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِي فِيهِ رَبِّي)) ''مرحبا اس شخص کے لیے جس کے معاملے میں میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا''

حضور ﷺ کا یہ محبت کا انداز تھا اور آپؐ عبداللہ بن ام مکتومؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔

اس آیت سے ایک اور اہم پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے کتنی محبت کرتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو محبوب رکھتے ہیں اور مومن بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

یہ دو طرفہ محبت کا رشتہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ آقا اور غلام کا رشتہ ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہی محبوب رکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس محبوبیت میں سب سے اونچا مقام محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ لیکن عبدیت کا مقام دیکھو کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کی خاطر محبوب رب العالمینؐ سے خفگی کا اظہار کیا۔

﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝11﴾ ''ایسا ہرگز نہ کیجیے یہ تو ایک یاددہانی ہے۔''

﴿فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝12﴾ ''تو جو چاہے اس سے نصیحت اخذ کرلے۔''

یعنی آپؐ کا کام ہے صرف لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دینا، کوئی ایمان لاتا ہے یا نہیں لاتا، اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ اگر تمام جن وانس سب سے زیادہ نافرمان اور سب سے زیادہ سرکش انسان کی طرح ہو جائیں تو بھی اللہ کی حکومت میں بال برابر کمی نہیں ہوتی۔ وہ الغنی ہے۔ یہ تو انسان کے فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہے اور آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اگر انسان فائدہ نہیں اُٹھاتا تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ خاص طور پر جو لوگ دنیا میں دولت، اقتدار، قوت کی بنیاد پر فرعون اور قارون بنتے ہیں ان کی تو اللہ کی نگاہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝13﴾ ''(یہ قرآن) ایسے صحیفوں میں (درج ہے) جو باعزت ہیں۔''

﴿مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝14﴾ ''بلند و بالا، نہایت پاک۔''

یعنی لوگوں کے قرآن سے نصیحت حاصل نہ کرنے سے قرآن کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

﴿بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝15﴾ ''ان لکھنے والوں کے ہاتھوں میں۔''

﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝16﴾ ''جو بڑے معزز اور نیک ہیں۔''

قرآن تو ان فرشتوں کی نگرانی میں ہے جن کی عظمت کا انسان اندازہ نہیں کرسکتا۔

﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝17﴾ ''ہلاک ہو جائے

پریس ریلیز 29 جولائی 2016ء

مقبوضہ کشمیر میں ظلم اور بربریت نے بھارت کی جمہوریت اور سیکولرازم کا پول کھول دیا

ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے اس ظلم وستم کو جنگی جرائم قرار دیا

حافظ عاکف سعید

مقبوضہ کشمیر میں ظلم اور بربریت نے بھارت کی جمہوریت اور سیکولرازم کا پول کھول دیا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے آل پارٹیز کشمیر کانفرنس اسلام آباد سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ HRW ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے اس ظلم وستم کو جنگی جرائم قرار دیا ہے حقیقت میں یہ کام حکومت پاکستان کا تھا کہ وہ سفارتی ذرائع سے دنیا کے سامنے بھارت کا یہ روپ پیش کرتا اور عالمی اداروں سے مطالبہ کرتا کہ مقبوضہ کشمیر میں جنگی جرائم کے ارتکاب پر بھارت کو دہشت گرد ریاست قرار دیا جائے اور کشمیریوں کو اُن کا حق رائے دہی دلایا جائے۔ انہوں نے کشمیری لیڈر یاسین ملک کے اس بیان کو پاکستان کے حکمرانوں کے لیے وارننگ قرار دیا کہ وہ کشمیری جو اس وقت ہندوستانی قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں ایسے وقت میں اگر پاکستان مدد نہیں کرتا تو وہ پاکستانی قیادت پر بھی عدم اعتماد کا اظہار کر دیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس وقت مقبوضہ کشمیر میں دو نعرے بہت مقبول ہیں ایک ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ'' اور دوسرا ''کشمیر بنے گا پاکستان''۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ نعرے اہل پاکستان خصوصاً پاکستان کی مذہبی قیادت کے لیے لمحہ فکریہ ہیں اگر کشمیری پاکستان سے رشتہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر سمجھتے ہیں تو ہمیں پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ کو عملی طور پر نافذ کرنا ہوگا۔ دوسرا نعرہ کے حوالہ سے سوال یہ ہے کہ کشمیر کس پاکستان کا حصہ بنے گا۔ کیا سیکولر، سودی معیشت کا حامل اور مادر پدر آزاد پاکستان سے کشمیر کا الحاق مفید اور بامقصد ثابت ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام رائج ہو جائے تو کشمیر پکے ہوئے پھل کی طرح ہماری جھولی میں گرے گا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

انسان، یہ کس قدر ناشکرا ہے!''
یہاں پر انسان کے طرزِ عمل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے:

﴿مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾﴾ ''(ذرا سوچے کہ) کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے؟''

﴿مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ ''ایک بوند سے اُس نے اسے پیدا کیا اور اس کا ایک اندازہ مقرر کر دیا۔''

یعنی سرکشی کرنے اور ہدایت کا راستہ اختیار نہ کرنے والے ذرا غور کریں کہ اللہ نے انسان کو ایک ایسے ناپاک قطرے سے بنایا جس کا ذکر کرنا بھی انسان گوارا نہیں کرتا اور پھر اللہ ہی نے انسان کی زندگی کے احوال مقرر کیے۔ آج کی سائنس اس بات کی معترف ہے کہ انسان کے ہر خلیہ میں وہ تمام احوال درج ہیں جو انسان کی طبعی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی جسمانی بناوٹ، خدوخال، کب جوان ہوگا اور کب اس کا پہلا بال سفید ہوگا وغیرہ۔ یہ اللہ ہی کی خلاقی ہے اور اللہ ہی نے انسان کی عملی زندگی کے حوالے سے بھی تقدیر میں سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

﴿ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾﴾ ''پھر آسان کر دیا اس پر راستہ۔''

اس حوالے سے ایک رائے یہ ہے کہ اللہ نے بطنِ مادر میں نطفے کو مختلف مراحل سے گزار کر انسان کی شکل دی اور پھر دنیا میں آنے کے لیے بھی اسی نے راستہ بنایا ورنہ ماں کا پیٹ اس کے لیے قبر بھی بن سکتا تھا۔ اگر اللہ نہ چاہے تو انسان ان تمام مراحل میں بے بس ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے صراطِ مستقیم دکھانے کے لیے نبی اور رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں اور اس کی فطرت کے اندر بھی وہ چیزیں مضمر کر دیں۔

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾﴾ ''پھر اس پر موت وارد کی اور اسے قبر میں داخل کر دیا۔''

﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾﴾ ''پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔''

جس طرح انسان کے اپنے پیدا ہونے، پلنے بڑھنے پر کوئی اختیار نہیں ہے اسی طرح اس کو موت پر بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ مگر وہ اللہ جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا وہ دوسری مرتبہ بھی اٹھا کھڑا کرے گا۔

﴿كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾﴾ ''نہیں! اس نے تا حال وہ بات پوری نہیں کی جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔''

اللہ نے انسان کو دنیا کی زندگی میں بااختیار بنایا مگر وہ بھول جاتا ہے کہ اللہ نے اسے کن مراحل سے گزار کر پیدا کیا، عقل و شعور عطا کیا۔ وہ اللہ کے احکامات کو بھی نہیں مانتا، اپنی من مانیاں کرتا ہے۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾﴾ ''تو انسان ذرا اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے۔''

﴿اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾﴾ ''کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا جیسے کہ برسایا جاتا ہے۔''

اللہ نے ہی بارش کا نظام بنایا جس سے زمین سیراب ہو کر فصلیں، پھل اور سبزیاں اُگاتی ہے اور انسان کی خوراک مہیا کرتی ہے۔

﴿ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾﴾ ''پھر ہم نے زمین کو پھاڑا جیسے کہ وہ پھٹتی ہے۔''

اگر زمین پتھر کی طرح ہوتی تو اس میں نہ تو کوئی چیز اُگ سکتی تھی اور نہ انسانوں اور حیوانوں کی اس پر زندگی ممکن ہو سکتی تھی۔ اللہ نے ہی اس زمین کو اس حالت میں بنایا کہ اس میں پانی جذب ہوتا ہے، پھر یہی زمین ہر بیج کو ہر طرح کی خوراک اور فضاء مہیا کرتی ہے کہ وہ بیج اُگتا ہے اور اس کی کونپل زمین کو پھاڑ کر باہر نکلتی ہے۔ اس نازک کونپل کے لیے زمین کو پھاڑنے والا کون ہے؟

﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾﴾ ''پھر ہم نے اُگا دیے اس میں اناج۔''

﴿وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾﴾ ''اور انگور اور مختلف ترکاریاں۔''

﴿وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾﴾ ''اور زیتون اور کھجوریں۔''

﴿وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾﴾ ''اور بڑے گھنے باغات۔''

﴿وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾﴾ ''اور میوے اور چارہ۔''

﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾﴾ ''ضرورت کا سامان تمہارے لیے بھی اور تمہارے مویشیوں کے لیے بھی۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان اور اس کے مویشیوں کی ضروریات کی تمام چیزیں اسی زمین میں رکھ دیں۔

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾﴾ ''تو جب وہ آ جائے گی کان پھوڑنے والی (آواز)۔''

خاص طور پر یہاں دوسرے نفخۂ صور کا ذکر ہے۔ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو زمین پر زندگی ختم ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انسان اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے آپ کو میدان حشر میں پائیں گے۔ یہ دونوں نفخۂ صور کانوں کو پھاڑ دینے والے ہوں گے۔

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾﴾ ''اُس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے۔''

﴿وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾﴾ ''اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔''

﴿وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾﴾ ''اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔''

﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾﴾ ''اُس دن ان میں سے ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (ہر ایک سے) بے پروا کر دے گی۔''

دنیا میں انسانوں کی اکثریت فیصلے کے دن سے غافل یا انکاری ہے لیکن دنیا کے سب فرعون، قارون اور سرداران قریش (دشمنانِ اسلام) جب اپنے آپ کو کھلی آنکھوں کے ساتھ میدان حشر میں پائیں گے تو انہیں اپنے انجام کی فکر لاحق ہو جائے گی۔ بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا، نہ کوئی دوست، بھائی، بیوی، ماں اور باپ کام آ سکے گا بلکہ ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ مجھ سے میرے بیٹوں کو لے لیا جائے، بیوی کو لے لیا جائے، ماں باپ، تمام رشتہ داروں، سارے قبیلے کو لے لیا جائے اور مجھے چھوڑ دیا جائے۔ جبکہ عبداللہ بن اُم مکتومؓ جیسے مومن بندے جن کی سرداران قریش کے نزدیک کوئی توقیر نہیں تھی وہ اس دن خوش ہوں گے۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾﴾ ''کچھ چہرے اُس دن روشن ہوں گے۔''

دنیا میں ایک طرف نیو ورلڈ آرڈر ہے اور ایک طرف اللہ کا دین ہے۔ ایک طرف ریاستی تقاضے ہیں اور ایک طرف اطیع اللہ واطیع الرسول کے تقاضے۔ ایک طرف برادری رسومات ہیں، معاشرتی روایات ہیں اور دوسری طرف شریعت کے اصول ہیں۔ قدم قدم پر آزمائش ہے۔ جس شخص نے دنیوی نقصان کو آخرت کے نقصان پر ترجیح دی اس کا چہرہ میدان حشر میں بشاشت، خوشی اور اطمینان سے کھلا کھلا ہوگا۔

﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾﴾ ''مسکراتے ہوئے خوش و خرم۔''

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾﴾ ''اور کچھ چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے۔''

﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾﴾ ''ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔''

مایوسی کے اندھیارے ان کے چہروں پر ہوں گے

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾﴾ ''یہی ہوں گے وہ کافر اور فاجر لوگ۔''

جنہوں نے دنیا میں کامیابی، طاقت، دولت کے حصول کی خاطر آخرت کو بھلا دیا، اللہ کے واضح احکامات کو بھی دنیاوی فائدے کے لیے جھٹلا دیا، عہدے اور اقتدار کی خاطر دین پر نیو ورلڈ آرڈر کو ترجیح دی وہ لوگ اس دن انتہائی پریشان حال ہوں گے۔ دنیا میں ہدایت کی روشنی سے منہ موڑنے کی وجہ سے ان کے چہروں پر سیاہی پھری ہوئی گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کی رسوائی سے بچائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

مجرم ہم ہی گردانے گئے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیائے کفر، دنیائے مغرب/یورپ نے نیندیں حرام کر دینے والی خلافتِ عثمانیہ کی چھ صدیوں کی قوت کو بمشکل تمام 1924ء میں ریزہ ریزہ کر کے سکھ کا سانس لیا تھا۔ لارڈ کرزن نے پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں اسلامی اتحاد کا ذریعہ بننے والے ہر سبب کا سدباب کرنا ہوگا۔ اب ہم خلافت توڑنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمیں یہ یقینی بنانا ہوگا کہ مسلمان دوبارہ کبھی متحد ہونے کے لیے اٹھ نہ سکیں۔ خواہ وہ ثقافتی سطح پر ہو یا فکری، عقلی نظریاتی سطح پر۔ 9/11 کے بعد مغرب نے اسلام اور مسلمانوں پر اثرانداز ہونے کے لیے مسلم دنیا میں پانی کی طرح پیسہ بہایا ہے۔ خلافت، شریعت کا خوف ان کی نفسیات میں بہت گہرا اترا ہوا ہے۔ عرب بہار کو خون آلود خزاں میں بدلنے کے لیے انہوں نے کیا کچھ نہ کیا۔ مصری جمہوریت ان کے حلق میں چھچھوندر بن کر پھنس گئی تھی۔ مصری فوج السیسی کے جلو میں ان کی نجات دہندہ بن کر آئی۔ مسلم ممالک کی فوجوں کی سینڈہرسٹ، ویسٹ پوائنٹ کی تربیت، ان میں ترقیوں کا عمل مغرب نے بہت مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ آزاد طبیعت، غیور اسلام پسند حکمرانوں سے نمٹنے کے لیے فوج یا فوجی (نام نہاد) جمہوریت مسلم ممالک کے لیے ان کا پسندیدہ نظام ہے۔ سو مصر میں مقبول عام ڈاکٹر مرسی کی حکومت کا تختہ الٹ کر، اخوان المسلمون کو کچل کر اسلامی انقلاب کے خواب کی بھیانک تعبیر دے دی گئی۔ مساجد کا کنٹرول، سرکاری مولوی اور تبدیل شدہ نصاب ہائے تعلیم کے ذریعے نوجوانوں کو سیکولرازم، لبرل ازم کے اسباق پختہ کروانے کا مکمل سامان کر دیا گیا۔ مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدل ڈالنے اور اسلام پسندی اس کے ہر بُنِ مو سے نکالنے کو عراق، لیبیا، شام، یمن، بحرین، سعودی عرب ہر جا انہوں نے کیا کچھ نہ کیا۔

اب مصری فارمولا ترکی میں آزمانے کے لیے پس پردہ کہانی، ہدایت کار، کردار سب وہی ہیں۔ طیب اردگان نے بھی تو امریکہ یورپ کی دم پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ پوری مسلم دنیا کی غم خواری کے لیے غزہ، برما، کشمیر، بنگلہ دیش، شام ہر جا للکارنے کا ٹھیکہ طیب اردگان نے لے لیا۔ اتاترک نے خلافت عثمانیہ کے بعد اسلام کی ہر رمق سے ترکی کو محروم کر دیا تھا۔ رسم الخط، عربی زبان، مدارس کی بندش، مساجد پر تالے، شراب کے مٹکے ارزاں، پردہ بیک قلم موقوف، شعائر اللہ چن چن کر ختم کیے۔ اسلام دشمنی کا ٹھیکہ فوج کو دیا گیا۔ اتاترک کی مسلط کردہ سیکولرازم سے ترکی کو سسک سسک کر قدم بہ قدم نکلنے میں تقریباً 6 دہائیوں سے زیادہ کا سفر طے کرنا پڑا۔ لارڈ کرزن کی وصیت پوری کرنا تو لازم تھی۔ سو مغربی گماشتوں کے ہاتھوں فوجی بغاوت سے السیسی والی امیدیں وابستہ کر کے اس کا ڈول ڈالا گیا۔ سابق ترک ایئر چیف جو اسرائیل میں ملٹری اتاشی رہ چکا تھا، بغاوت کے پس پردہ مرکزی کردار تھا۔ لیکن...... الٹی پڑ گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا۔ لادینی نظام کی محافظ فوج بینر لگنے سے پہلے مووآن ترکی ہو گئی۔ (فیلرز چھوڑ کر قوم کا درجۂ حرارت چیک کرنا ضروری ہوتا ہے)۔ ایک فون کال پر نہتے عوام دیوانہ وار ٹینکوں کے مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ منظر جو بدلا تو سیکولر، لبرلز کی بہار مرجھا کر ایک ہی ہلے میں راکھ ہوگئی۔ اتاترک کے ترکی میں نوجوانوں کے ولولہ 'انگریز' نعرے۔ یا اللہ، بسم اللہ، اللہ اکبر، سڑکوں پر ہیبت پھیلا رہے تھے! قبل ازیں ترکی کو عدم استحکام کا شکار کرنے کے لیے سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک کی مانند دھماکوں کے ذریعے بدامنی پھیلانے کے واقعات ہو چکے تھے۔ تاہم اس بغاوت کا ڈراپ سین تقسیم سکوائر میں ملٹری گیٹ آؤٹ کے نعروں پر ہوا۔ عوام نے بسم اللہ، اللہ اکبر تک کا سفر خونِ جگر دے کر طے کیا تھا۔ وہ اسے ان امریکی ایجنٹوں کے ہاتھ یوں لٹنے کیونکر دیتے۔ اس انقلاب کی جڑیں عوام کے دلوں کے اندر ہیں۔ بہادر ترک عوام نے جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اس کا دفاع کیا۔ ترک پولیس بمقابلہ فوج کا کردار نہایت اہم ہے جس نے سویلین حکومت اور عوام دوست نظام کا دفاع کیا۔ ہمارے ہاں پولیس کو لتروں، پولیس مقابلوں سے ہی فرصت میسر نہیں! وہاں جنگی طیاروں کی پارلیمان پر بمباری، گن شپ ہیلی کاپٹروں کا استعمال تک ہوا۔ عوام اور پولیس، مقابلے پر کھڑے ہوئے۔ تاہم پارلیمان کی زخمی عمارت کا امریکہ، یورپ نے نوٹس نہ لیا۔

فوج کے ہاتھوں مجروح ہوتی جمہوریت پر، جمہوریت کے ناخداؤں نے اف تک نہ کہا! ادھر ہمارے ہاں نجانے کیوں فوراً ہی شہباز شریف اور عمران خان اپنی فوج کی صفائیاں پیش کرنے لگ گئے۔ حالانکہ یہ سادہ سا اصول اظہر من الشمس ہے کہ فوجیں حکمرانی جیسے نازک اور پیچیدہ کام کے لیے نہیں ہوتیں۔ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ کیا پرویز مشرف کے بعد مزید کسی تجربے کی گنجائش ہے؟ حکمرانی کے شوق میں اس نے ہمیں اپنی کمانڈو عقل کے بل پر کرائے کی جنگ میں دھکیلا۔ 33 ارب ڈالر کی بھیک پر ہم جیئے۔ اپنی صنعتیں، بجلی، گیس، دریا کھو کر معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ وہ خود مال جائیدادیں بنا کر عدلیہ کا منہ چڑاتا چل دیا۔ گھر لٹانے کے بعد ہمیں یہ سننے کو مل رہا ہے کہ...... پاکستان کا شمالی کوریا بنا دیا جائے۔ اسے تنہا کر دیا جائے۔ پاکستان کے فوجی عہدے داروں پر سفری، معاشی پابندیاں لگا دی جائیں۔ یہ سخت ترین لب ولہجہ امریکی کانگریس کی ذیلی کمیٹی برائے امور خارجہ کی سماعت میں اختیار کیا گیا۔ یہودی امریکی سفارتکار خاتون کے افغان شوہر زلمے خلیل زاد بلکہ ظالمے خلیل زاد پاکستان کے خلاف زہر اگلنے میں پیش پیش ہیں۔ اس سماعت میں، جلتی پر تیل ڈالنے اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑکنے کو ایم کیو ایم اور بلوچ علیحدگی پسند موجود تھے! فوجی عہدہ داروں سے مراد آئی ایس آئی تھی! پاکستان کے دیندار لاپتہ نوجوانوں، پولیس مقابلوں، پھانسی گھاٹوں میں امریکہ کے سارے دشمن چن چن کر نشانہ عبرت ہم نے

بنا کر یہ دن دیکھا ہے! ساری وفاؤں کا بدلہ امریکہ نے ایک ہی ہلّے میں چکا ڈالا!

ایک خبر یہ بھی ہے کہ ایبٹ آباد میں اسامہ کے کمپاؤنڈ کی جگہ کو قبرستان بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مناسب فیصلہ ہے اگر اسے ضمیر کا قبرستان کہا جائے۔ 9/11 کے بعد سے ہم نے ضمیر کا گلا گھونٹ کر پاکستان کو امریکہ کے ہاتھ بیچ کر جس راہ پر ڈالا تھا یہ اس کا ڈراپ سین تھا۔ قومی سلامتی، خود مختاری، اسلام، ایمان سب ہی کچھ امریکی آپریشن میں دفن کر ڈالا۔

دنیا بھر میں ظلم کے بازار گرم کرنے والے مغربی ممالک مسلسل عبرتناک مکافاتِ عمل کی زد میں ہیں۔ عراق، افغانستان پر حملے کر کے باراتوں کے ہنستے مسکراتے مردوزن پر بمباریاں کرتے، آگ برساتے نیٹو والوں کو پے درپے حملوں کا سامنا ہے۔ فرانس کے قومی دن کے موقع پر تیونسی فرنچ حملہ آور نے یکبارگی حملہ کر کے 84 مار ڈالے۔ ابھی تو 8 ماہ قبل کے پیرس حملوں کا زخم مندمل نہ ہوا تھا۔ حملہ آور مسلمان تو تھا لیکن یہ وہ نسلیں ہیں جو ان مغربی ممالک میں حد درجے پسماندہ علاقوں میں غربت کی چکی میں پستے ناآسودہ تشنہ فرانسیسی ہیں، اصلاً صرف نام کے مسلمان ہیں۔ محنت مزدوری کر کے قلیل مشاہروں پر تنگ حال زندگی گزارنے والے، فرانسیسی تعلیم تہذیب تربیت ہی کا نتیجہ ہیں۔ ان کا المیہ امریکہ میں سیاہ فام محروم آبادیوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ یہ ان استحصالی ممالک کی نوآبادیاتی دور کی یادگاریں ہیں جو اپنے بدلے چکا رہی ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس جنگ میں کچھ نام پھیلا دیئے گئے ہیں جن کی جھولی میں ہر تکلیف دہ، مجہول کارروائی ڈالی جا سکے۔ سو میڈیا کے ذریعے سیکولرازم، لبرل ازم کے فروغ ہی کا یہ بھی تسلسل ہے کہ ایسی کارروائیاں اسلام پسندوں سے منسوب کی جا سکیں۔ اگرچہ کر گزرنے والا جرائم پیشہ، منشیات کا عادی ہی کیوں نہ ہو! یہی دجالیت کا مکر، فریب اور دجل ہے...... جو جاری وساری ہے!

کیا قیامت ہے کہ خاطر کشتۂ شب بھی تھے ہم
صبح بھی آئی تو مجرم ہم ہی گردانے گئے!

☆☆☆

طالبات سے کچھ قیمتی باتیں

مولانا عبدالستار

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾

(1) پہلی نصیحت:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی زندگی کا محاسبہ کریں کہ اس مختصر عرصے میں آپ کے اندر کیا بہتری آئی ہے اور کیا بہتری آنی چاہیے تھی۔ بس یہ بات یاد رکھیں کہ جو قومیں اور افراد اپنا احتساب کرتے رہتے ہیں، وہی آگے بڑھتے ہیں اور کامیابی کی منزل بھی انہیں کو نصیب ہوتی ہے۔

(2) دوسری نصیحت

دوسرا یہ کہ دینی اداروں کے پیش نظر اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اس ماحول میں آ کر قرآن و حدیث پڑھیں، صحابیات کی زندگی سیکھیں اور پھر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں، عبادات اور اخلاق کے لحاظ سے بھی، معاملات اور معاشرت کے لحاظ سے بھی اور خلوت اور جلوت کے لحاظ سے بھی۔ پھر یہ روشنی اور خوشبو ان کے خاندانوں میں پھیلتی چلی جائے۔

(3) تیسری نصیحت

ہمیں اپنے ماضی کو چھوڑنے پر افسوس نہیں ہونا چاہیے، بلکہ گناہ والی زندگی چھوڑنے پر اللہ کی شکر گزار رہیں کہ اس نے گناہوں کی گندگی اور بری صحبت اور برے ماحول سے اس فتنے کے دور میں محفوظ فرما دیا۔ قلب کی کیفیت اگر یہ ہو گئی تو سمجھ لیں کہ دین کی منزل کی طرف قدم اٹھنے لگ گئے اور ان شاء اللہ جس قدر یہ کیفیت ہوگی، ایمانی اور دینی زندگی میں ترقی روز بروز اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔

بعض اوقات بچیوں کو اس راستے میں بڑی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے، قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ قدم قدم پر طنز اور تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، مگر چونکہ اس راستے پر آ کر انہیں اطمینان بہت ملا ہوتا ہے تو راستوں کی ساری رکاوٹوں کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتیں اور راستوں کی ان پریشانیوں کو اپنے اوپر سوار نہیں کرتیں، بلکہ ان کے دل کی کیفیت ہر وقت شکر کی ہوتی ہے۔

(4) چوتھی نصیحت

اچھا پھر زندگی تھوڑی سی ہے اور زندگی کا صحیح استعمال یہی ہے کہ ہماری یہ زندگیاں اور صلاحیتیں اپنی ذات کے لحاظ سے پورے دین میں ڈھلی ہوئی ہوں۔ دنیا پرستی، جاہ پرستی، حسد، کینہ، بغض اور شہرت کے جذبات جیسے موذی امراض سے بھی ہماری اندر کی دنیا پاک ہو اور پھر مسلمانوں کو دین کی خدمت کا اور اپنی زندگیاں صلاحیتیں لگانے کا اللہ تعالیٰ مبارک جذبہ بھی عطا فرما دے اور زندگی اس پر لگ جائے، یہ اس زندگی کا سب سے بہتر مصرف ہے، لیکن یہ خواہشات، نمائش، حب جاہ، دنیا پرستی اور عیش وعشرت کے راستے سے پورا نہیں ہوتا، اس کے لیے تو زندگی میں زہد، سادگی، قناعت اور ایثار جیسے جذبات ہوں، جس کی بدولت اللہ دین کی خدمت کی شکلیں بنا دیتا ہے۔ پوری تاریخ اسلام میں، جن سے اللہ نے دین کی خدمت کے نمایاں کام لیے، ان کی اپنی زندگی میں سادگی، زہد اور قناعت تھی۔

(5) دین کی خدمت کی کوئی شکل چھوٹی نہیں ہوتی، اگر اس کے ساتھ اخلاص مل جائے، اللہ کو راضی کرنے کا سچا جذبہ مل جائے تو اللہ کے ہاں اس کا وزن بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے ہر عمل سے پہلے بھی اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ ہو۔ دورانِ عمل بھی اخلاص پر نظر ہو اور عمل کے بعد اللہ سے قبولیت کی دعا ہو۔ وہ کام کس کام کا جس میں تھکیں بھی اور اللہ کے ہاں قدر و قیمت کچھ بھی نہیں۔

(6) آخری بات یہ ہے کہ سال دو سال پڑھ لیا، کام ختم نہیں ہوا۔ کام تو اب شروع ہوا ہے، اپنے بڑوں اور اساتذہ سے مشورے اور رابطے میں رہیں کہ ہم اپنے گھروں میں کیا شکل بنا سکتے ہیں؟ اور ہماری صلاحیتیں کہاں استعمال ہو سکتی ہیں؟ ہفتے میں کم از کم ایک دن دو دن دعوت کا کام کرنے کی کوئی ترتیب بنالی جائے۔ مقصود تو بس یہ ہے کہ اللہ کرے چراغ سے چراغ جلتا جائے، خیر کی شکلیں بڑھتی چلی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کہنے سننے پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

سیاستدانوں کی کرپشن اور تجاوز مقتدر قوتوں کے دل میں چھپی اقتدار کی خواہش کی تکمیل کا راستہ فراہم کرتی ہے،
عین ممکن ہے کہ ترکی میں بھی امریکہ کو ایک ایسا انقلاب مطلوب ہو جو پوری طرح کامیاب بھی نہ ہو اور ملک میں ایک خانہ جنگی کی کیفیت بھی پیدا ہو جائے: ایوب بیگ مرزا

ترقی پذیر ممالک میں اصل ایشو ڈلیوری اور ترقی کا ہے، یہی وجہ ہے کہ کرپشن کے الزامات اردگان اور ان کے بیٹوں پر بھی لگے لیکن عوام ان کی خاطر ٹینکوں کے آگے دیوانہ وار لیٹ گئے: رضوان الرحمان رضی

ترکی میں بغاوت کے اسباب اور نتیجہ اور فرانس میں دہشت گردی کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

ترکی میں بغاوت کے اسباب اور نتیجہ

سوال: پاکستان اور ترکی کے سیاسی، عسکری، معاشی اور معاشرتی معاملات میں کوئی مماثلت پائی جاتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بنیادی طور پر دونوں اسلامی ممالک ہیں اور ان کی افواج کا شمار بھی دنیا کی اچھی فوجوں میں ہوتا ہے۔ البتہ ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا کے سیکولر انقلاب سے پاکستان کی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ صحیح معنوں میں وہ سیکولرازم بھی نہیں تھا بلکہ ترکی میں اسلام مخالف ملک کا عکس نظر آرہا تھا کیونکہ مصطفیٰ کمال نے اسلامی اقدار اور شعائر پر پابندی لگا دی تھی۔ اس کے مقابلے میں ہمارے ہاں مارشل لاء لگے ہیں لیکن کبھی کسی نے مذہبی معاملات میں اتنی مداخلت نہیں کی۔ پاکستان کے عوام مذہبی حوالے سے بہت جذبات رکھتے ہیں لیکن ترکی میں جب سیکولرازم کے خلاف ری ایکشن ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ پاکستان سے زیادہ اسلام کے نزدیک چلے گئے لیکن بنیادی طور پر اسلام عوام کے اندر راسخ نہیں ہو سکا تھا کیونکہ ان کے ہاں سیکولرازم کے اثرات بہت زیادہ تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان کے آئین کے مقابلے میں ہمارے آئین میں بہت ساری باتیں مخالف ہیں۔ مثلاً ہمارے آئین میں ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا۔ ہمارے آئین میں قرارداد مقاصد موجود ہے۔ ہمارے آئین میں اور بہت سی اسلامی دفعات موجود ہیں۔ جبکہ ترکی کے آئین میں باقاعدہ درج ہے کہ ترکی ایک سیکولر ملک ہوگا اور ترکی کی فوج سیکولرازم کی محافظ ہوگی۔ اگر کوئی حکومت سیکولرازم کے خلاف چلتی ہے تو فوج کو یہ حق حاصل ہے وہ اس کا تختہ اُلٹ دے۔ طیب اردگان اور نجم اربکان جیسے لوگ جب اقتدار میں آئے تو انہوں نے کوشش کی تھی کہ آئین سے یہ شق نکال دی جائے لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ علاوہ ازیں ترکی جغرافیائی لحاظ سے یورپ کے قریب ہونے کی وجہ سے ثقافتی لحاظ سے یورپ کے زیادہ قریب ہے۔ اس وجہ سے بھی ترکی میں سیکولرازم کے اثرات گہرے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ترکی نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اسے یورپی یونین میں شامل کر لیا جائے۔

سوال: کیا اس وقت بھی ترکی کا معاشرہ مصطفیٰ کمال کے نظریات میں رنگا ہوا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: نہیں۔ اب ترک معاشرہ منقسم ہو چکا ہے۔ اگرچہ ترک معاشرے کا بہت بڑا حصہ اس وقت بھی سیکولرازم میں رنگا ہوا ہے لیکن عوام کی کافی بڑی تعداد ایسی ہے جو اسلام کی طرف راغب ہوئی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ حاجیوں میں ترک مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ پاکستان کو تمام دنیا میں، خاص طور پر یورپ میں، حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن ترکی میں پاکستانیوں کا بہت احترام کیا جاتا ہے، وہاں کے عوام پاکستانیوں سے مل کر زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ شاید ترکی واحد ملک رہ گیا ہے جس نے ہماری کرتوتوں کی وجہ سے ہم سے نفرت نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکی خلافت عثمانیہ کا مرکز رہا ہے اور پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اس رشتے اور تعلق کی وجہ سے وہ ہمارا احترام کرتے ہیں اور پھر بہت سے معاملات میں پاکستان نے ترکی اور ترکی نے پاکستان کی مدد کی ہے۔ پھر امریکہ دونوں کا مائی باپ بھی رہا ہے اور کسی حد تک ہے بھی۔

سوال: اسلامی ممالک کی منتخب حکومتوں میں ہی فوجی بغاوتیں کیوں ہوتی ہیں؟ مغربی ممالک میں کیوں نہیں ہوتیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے بہت ہی اہم سوال کیا ہے۔ ویسے تو اقتدار اور طاقت کا حصول انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ اسے آپ انسانی فطرت کہہ سکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح اقتدار کی ہوس اور ہوس زر نے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے شاید دنیا کی دیگر اقوام اس قدر اس کی زد میں نہیں آئیں۔ ہم بہت بری طرح اس میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ بہت جلد اس طرف راغب ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر اگر پاکستان کا ذکر کیا جائے تو اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اقتدار سے دور رہنا چاہتا ہو اور دوسرے اس کو گھسیٹ کر اقتدار میں لے آئیں۔ ظاہر ہے مقتدر قوتوں میں اقتدار کی خواہش پہلے سے ہی کہیں چھپی ہوتی ہے لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں کی سیاسی قوتوں کا معاملہ بھی انتہائی بگاڑ کا ہے۔ کرپشن، اقرباء پروری اور مفاد پرستی جتنی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اقتدار کی ہوس بھی بڑھ جاتی ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ تمام اداروں پر کنٹرول حاصل ہو جائے اور کوئی ہمیں پوچھنے والا نہ ہو۔ سیاستدانوں کے اس تجاوز سے مقتدر قوتیں منفی اثر قبول کرتی ہیں اور ان میں چھپی ہوئی اقتدار کی خواہش عملی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یعنی سیاستدان غلط کام کر کے جو راستہ بتاتے ہیں، مقتدر قوتیں اس سے اپنی غلط خواہش کی تکمیل کرتی ہیں۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ ترکی میں فوجی بغاوت کے پیچھے امریکہ کی حمایت تھی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کیا ایسا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ کا بحیثیت مجموعی جو طرز عمل تمام اسلامی ممالک کے ساتھ ہے یعنی جس طرح وہ عراق، لیبیا، مصر، سوڈان، صومالیہ، شام وغیرہ کو عدم استحکام کا شکار کر چکا ہے اور پاکستان، ترکی، ایران، سعودی عرب کو destabilize کر رہا ہے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ امریکہ کی مداخلت ہے اور

میرے خیال میں اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں ۔ ایک تو طیب اردگان کے اسلامی رجحانات امریکہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے جبکہ اردگان کا اسرائیل کے حوالے سے بھی بڑا سخت رویہ رہا ہے ۔ دوسرا ترک فوج میں زیادہ تر سیکولر لوگ ہیں۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ امریکہ فوج کو لا کر ترکی کو مزید سیکولرائز کرنا چاہتا ہو اور پھر امریکہ اسلامی ممالک میں ایک اور نقطۂ نظر سے بھی کام کر رہا ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ وہ کسی ایک فریق کو حکومت دے اور اس سے معاملات طے کرے وہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کو سپورٹ کر کے انتشار پیدا کر رہا ہے۔ شام کو ہی دیکھ لیں، میں سمجھتا ہوں اسد کی حکومت کو ختم کرنا اس کے لیے چند منٹ کا کام تھا۔ لیکن اس کی حکومت کو ختم بھی نہیں کرنا چاہتا اور باغیوں کا بھی ساتھ دے رہا ہے۔ یہی عمل وہ پاکستان سمیت بہت سے اسلامی ممالک میں دوہرا رہا ہے۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ترکی میں بھی امریکہ کو ایک ایسا انقلاب مطلوب ہو جو پوری طرح کامیاب بھی نہ ہو اور ملک میں ایک خانہ جنگی کی کیفیت بھی پیدا ہو جائے۔

سوال: ترکی میں بغاوت فتح اللہ گولن کے نظریات و خیالات کا نتیجہ ہے یا یہ امریکی اور صیہونی سازش ہے۔ آپ کے خیال میں ترکی کی اسلام پسند حکومت کے خلاف فوجی بغاوت میں کس کا ہاتھ ہے؟

رضوان الرحمان رضی: جس طرح ترکی کی حکومت اپنے راستے کے کانٹے چن رہی تھی۔ یعنی عالم اسلام کی راہنمائی کے راستے میں جو رکاوٹیں آ رہی تھیں ان پر قابو پا رہی تھی، مثلاً اس نے اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات کو نارملائز کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں فلسطینیوں کو غزہ میں بہت ساری رعایتیں لے کر دیں۔ اسی طرح روس کے ساتھ انہوں نے اپنے تعلقات کو نارملائز کرنا شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے شامی مسلمانوں کے لیے بہت ساری سہولیات پیدا کیں تھیں۔ ظاہر ہے ترکی کے اس لیڈنگ رول سے کچھ طاقتیں ناخوش تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ترکی کے اندر ایک اقتصادی خوشحالی نظر آ رہی تھی۔ کسی بھی مسلمان ملک کی اقتصادی خوشحالی سے بہت ساری قوتیں ناخوش تھیں۔ امریکہ اور اس طرح کی قوتوں کو یہ پسند نہیں آتا کہ کوئی ملک آزادانہ طور پر اپنی اقتصادی حالت کو بہتر کر لے یا وہ یورپی یونین کو کہے کہ جناب آپ اپنی رکنیت کو رکھو اپنے پاس۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور موجودہ حکومت کی موجودہ پالیسیوں سے فوج کے علاوہ عوام کا بھی ایک طبقہ خوش نہیں تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کسی ایک سازش کو ڈھونڈنا شاید مناسب نہ ہو۔ یہ ان تمام قوتوں کی مشترکہ کارروائی تھی اور اس کا نتیجہ اس صورت میں ہم نے دیکھا۔ سب سے زیادہ مبارک باد کے مستحق ترک عوام ہیں جنہوں نے اس سازش کو ناکام بنایا۔

سوال: اس کے پیچھے فتح اللہ گولن کا نام بھی لیا جا رہا ہے۔ ترکی گولن مومنٹ ہے کیا؟ کہا جاتا ہے کہ طیب اردگان اور فتح اللہ گولن دونوں سعید نورسی کے پیروکار ہیں۔ ان دونوں شخصیات کی پہلے دوستی تھی لیکن اردگان کے اینٹی اسرائیل stance کے بعد دونوں میں اختلافات بڑھے ہیں۔ آپ کے خیال میں اصل وجۂ تنازع کیا ہے؟

رضوان الرحمان رضی: دیکھیے! نجم الدین اربکان کی پارٹی میں یہ دونوں لوگ موجود تھے جب اس کے حصے ہوئے تو یہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔ گولن نے تعلیم کو اپنا مشن بنایا اور یہ سیاست کی طرف چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ گولن کا امریکہ کے اندر مسلسل رہنا اور ترکی میں نہ آنا، ترک حکومت کی طرف سے گولن کا پاسپورٹ بھی کینسل کرنا اور ان سے متاثر لوگوں کا حالیہ بغاوت میں نام آنا بہت کچھ ظاہر کرتا ہے۔

> ہمیں چاہیے کہ ہم انتخابات کا دورانیہ کم کر کے تین سال کر لیں۔ اس سے جہاں ہمارے نظام کی تطہیر کے عمل میں تیزی آئے گی وہیں حکومت مخالف تحریکوں میں بھی کمی آئے گی اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

سوال: دس پندرہ سال پہلے ترکی میں فوج بہت زیادہ مقبول تھی اور ابھی تک آئین میں فوج کو بڑی vital حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ترک عوام جمہوریت کے حق میں باہر نکلے ہیں اور انہوں نے جمہوریت بچائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

رضوان الرحمان رضی: ایک بات ہماری حکومت، طبقہ اشرافیہ یا سیاسی پارٹیاں نہیں سمجھ پا رہیں کہ اس وقت ترقی پذیر ممالک میں واحد ایشو ڈیلیوری اور ترقی کا ہے۔ کرپشن ہمارا ایشو نہیں ہے۔ آپ نے عوامی مفاد کے لیے اگر کچھ کیا ہے تو اس کی بنیاد پر عوام آپ کو ووٹ دیں گے، مینڈیٹ دیں گے۔ آپ نے دیکھا کہ کرپشن کے الزامات اردگان اور ان کے بیٹوں پر بھی لگے ہیں لیکن لوگ ان کے لیے ٹینکوں کے سامنے دیوانہ وار لیٹ گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ لوگوں نے کرپشن کے وہ الزامات لگانے والوں کے منہ پر دے مارے ہیں۔

سوال: رضوان رضی صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان پر آپ کا تبصرہ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں رضوان رضی کی گفتگو کے اکثریتی حصے سے اتفاق کروں گا لیکن اس کے ساتھ یہ کہنا کہ کرپشن پاکستان میں نان ایشو ہے۔ میرا خیال ہے کوئی دوسرا آدمی ان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ ایک تو مقتدر قوتوں کے اندر اقتدار کی خواہش اُبھر رہی ہوتی ہے دوسرا سیاسی لوگ جن کا کام ہے حکومت کرنا ان کے معاملات میں بھی اتنی بگاڑ آ جاتی ہے کہ مقتدر قوتوں کی دبی خواہش کی تکمیل کا راستہ بن جاتا ہے۔ اردگان کے معاملے میں بھی یہ ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان پر کرپشن کے جتنے وسیع الزامات لگے ہیں اور جس طرح کا محل اپنی رہائش کے لیے تعمیر کیا ہے اس کی مثال شاید یورپ میں بھی بہت کم ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ڈلیور کیا اور اسی ڈلیور کرنے کا نتیجہ تھا کہ عوام نے کرپشن کو نظر انداز کر دیا ورنہ ایسا نہیں تھا کہ کرپشن نہیں تھی۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کرپشن بھی ہے اور پرفارمنس تو بہت ہی بری ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں پچھلے تین سال سے جو حکومت کام کر رہی ہے ایک مسئلہ بھی حل نہیں کر سکی۔ لوڈ شیڈنگ، گیس، بجلی، بے روزگاری وغیرہ تمام مسائل وہیں پر ہیں۔ بلکہ بہت سے مسائل بڑھے ہیں۔ لہٰذا یہ توقع رکھنا کہ خدانخواستہ یہاں اگر اس طرح کا معاملہ ہوتا ہے تو عوام سڑکوں پر نکلیں گے، اس کے ایک فیصد بھی چانس نہیں ہیں۔

سوال: ترکی میں بغاوت تو فوج کے ایک گروپ نے کی ہے لیکن طیب اردگان وہاں پر بہت زیادہ اہلکاروں، ججز، یہاں تک کہ اساتذہ کو برطرف کر رہے ہیں اور گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی بات بالکل درست ہے۔ ججز کا اگر کوئی رول غلط ہوتا بھی تو وہ بغاوت کی کامیابی کے بعد سامنے آتا۔ ابھی تو بغاوت ناکام ہو گئی ہے لہٰذا ججوں کا کیا قصور تھا کہ انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بغاوت کو ناکام کرنے کے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ جو پہلے سے ٹارگٹڈ تھے، حکومت یا حکومتی پالیسیوں کے خلاف تھے ان کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

سوال: ان اقدامات سے اردگان کی مقبولیت اضافہ ہوگا یا اپنی مقبولیت کھو دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: میرا خیال ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ اپنی مقبولیت کھو دیں گے۔ کیونکہ جس طرح انہوں نے میڈیا پر کریک ڈاؤن کیا ہے، جس طرح ججز، اساتذہ اور صحافیوں کی ملک گیر سطح پر گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ پولیس نے بعض جگہوں پر باغیوں سے تعاون کیا ہو۔ اس لیے پولیس اہلکاروں کی گرفتاریاں درست

ہوں لیکن صحافیوں، ججز اور اساتذہ نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں۔ فتح اللہ گولن نے کہا ہے کہ اردگان نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے یہ ڈراما کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے غلط کہا ہے لیکن حقیقت میں اردگان اپنے پرانے دشمنوں اور نظریاتی مخالفین کو ٹارگٹ کر رہے ہیں۔

سوال : ایسا تو بہر حال لگ رہا ہے کہ فتح اللہ گولن کے نظریات وخیالات سے متاثر لوگوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ بغاوت خالصتاً فوج کا کام ہو لیکن جب اس طرح کی بغاوت ہوتی ہے تو جو لوگ مخالف نظریہ رکھتے ہیں انہیں تو بغاوت کرنے والوں کا ساتھ دینا ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ گولن کے حامیوں نے باغیوں کا ساتھ دیا ہو لیکن کسی کو صرف اس وجہ سے پکڑ لینا کہ اس کے نظریات مختلف ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اردگان کے لیے مناسب نہیں ہے۔ فرانس کے صدر نے بھی اسی تناظر میں کہا ہے کہ آپ بغاوت کی ناکامی کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اٹھانا بھی نہیں چاہیے۔ جنہوں نے قانون توڑا ہے، جنہوں نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کی ہے وہ واضح طور پر سامنے آئیں تو ان کو سزا بھی دینی چاہیے لیکن وہ لوگ جن کا بغاوت سے تعلق تھا ہی نہیں ان کو نشانہ بنانا انتقامی کارروائی ہے۔

سوال : خدانخواستہ پاکستان میں ایسی صورت بن جاتی ہے۔ یعنی فوج اقتدار پہ قبضہ کرنا چاہے تو پاکستانی عوام کا ردعمل کیا ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا : ایک تو آپ نے خدانخواستہ کہا ہے یہ دو دفعہ کہنا چاہیے مگر اس لیے کہ ہم نے پہلے مارشل لاؤں کا آغاز بہت اچھا دیکھا ہے مگر انجام اچھا نہیں دیکھا۔ مثال کے طور پر ایوب خان نے بہت اچھے کام کیے۔ ملک کو انڈسٹریلائز کیا۔ لیکن آخر میں وہ سب کچھ تباہ ہو گیا۔ اسی طرح ضیاء الحق نے بھی کچھ اچھے کام کیے لیکن وہی بات کہ انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ ایک چیز کا حلف اٹھاتے ہیں اور پھر کوئی بہانہ بنا کر اس کو توڑ دیتے ہیں۔ کسی بھی فوجی کو براہ راست اقتدار خود نہیں سنبھالنا چاہیے۔ ہونا یہ چاہیے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ جہاں تک عوام کے ردعمل کا تعلق ہے تو یہ بات اپنی جگہ درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر خدانخواستہ ایسا کام ہوا تو یقینی طور پر لوگ مٹھائیاں ہی تقسیم کرتے نظر آئیں گے۔ کوئی باہر نہیں نکلے گا۔ یہاں تک کہ جو حکمران جماعت ہے اس کے اپنے لوگ باہر نہیں نکلتے۔ ذوالفقار علی بھٹو جو بہت ہی مقبول شخص تھا۔ جب اس کو پھانسی دی گئی تو اس وقت چند عیسائیوں نے خود اپنے آپ کو جلا لیا۔ بلکہ پیپلز پارٹی کے لوگ تو مارشل لاء حکومت سے رابطے کر رہے تھے۔ اسی طرح جب نواز شریف کے خلاف یہ اقدام کیا گیا تو میں نہیں سمجھتا کہیں 50 آدمی باہر نکلے ہوں۔ یہ اس لیے کہ ہمارے عوام کی ایک نفسیات ہے کہ وہ بہت جلد اکتا جاتے ہیں۔ ان کا کسی سے تعلق اتنا دیرپا نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے میری ایک تجویز ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم انتخابات کا دورانیہ یعنی ٹینور کم کر لیں۔ لوگ چار سال کہتے ہیں میں تین سال کہتا ہوں۔ اس سے حکومت مخالف تحریکوں میں بھی کمی آئے گی۔

فرانس میں دہشت گردی

سوال : فرانس میں حالیہ دہشت گردی کا کتنا دردناک واقعہ ہوا ہے کہ ایک بندہ ٹرک لے کر آتا ہے اور نہتے اور بے گناہ عوام پر چڑھا دیتا ہے اور سو کے قریب لوگ جانوں سے جاتے ہیں۔

> ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں لیکن ہم ان قوتوں کو بھی کہتے ہیں کہ جب تک اس دنیا میں ظلم رہے گا تو اس کے نتیجے میں اس طرح کے نادان، جاہل اور برے لوگ مذہب کے نام پر اس طرح کے کام کرتے رہیں گے۔

آپ کے خیال میں اس سارے واقعے کا پس منظر کیا تھا؟

ایوب بیگ مرزا : دہشت گردی کی کسی بھی کارروائی کی تائید نہیں کی جا سکتی لیکن یہ ہے کہ جب آپ کسی کو دیوار سے لگا دیتے ہیں، جب آپ کسی کو اس قدر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ بے بس ہو جاتا ہے تو پھر وہ لوگ جو ذہنی طور پر صراط مستقیم پر نہیں ہوتے، اسلام سے دوری اور جہالت کی بنا پر سازشی عناصر کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ شخص تیونس کا شہری تھا۔ جب وہاں پر عرب اسپرنگ شروع ہوئی تھی تو یہ فرانس آ گیا تھا۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔ یہ نشہ کرتا تھا، شراب پیتا تھا۔ ویب سائٹ پر dating میں انوالو تھا۔ یعنی اس کے اندر اسلام والی کوئی چیز نہیں تھی۔ لیکن اس طرح کے لوگ جلد ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور ان سے کوئی جذباتی کام لے لیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں لیکن ہم ان قوتوں کو بھی کہتے ہیں کہ جب تک اس دنیا میں ظلم رہے گا، جن کے پاس قوت ہے اگر وہ ظلم جاری رکھتے ہیں تو اس کے نتیجے میں اس طرح کے نادان، جاہل اور برے لوگ مذہب کے نام پر اس طرح کے کام کرتے رہیں گے۔

سوال : زیادہ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کام امریکہ کر رہا ہے۔ یورپ اور فرانس کو بار بار کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : امریکہ اور اسرائیل جو اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں کے جال پھیلا رہے ہیں اس سے تو یہی لگتا ہے کہ یورپ میں دہشت گردی کے واقعات کروا کر ایک طرف وہاں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلام کا راستہ روکا جائے اور دوسری طرف گریٹر اسرائیل کے لیے یورپ کو عالم اسلام کے خلاف اُکسایا جائے۔ مثال کے طور پر فرانس کو زیادہ ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اور فرانس وہ ملک ہے جس نے فلسطینیوں کے حق میں اسرائیل کے خلاف آواز اٹھائی۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ دہشت گردی کے یہ واقعات اسلام دشمن قوتیں خود کرواتی ہوں تاکہ مسلمان کا امیج خراب ہو اور وہ مسلمانوں کے خلاف جب کوئی بڑا ایکشن لیں تو عوامی سطح پر مخالفت نہ ہو۔ جیسے نائن الیون کا واقعہ بعد میں انسائیڈ جاب ثابت ہو چکا ہے۔

سوال : یہ واقعہ فرانس کے قومی جشن کے موقع پر ہوا ہے۔ اس یادگار دن کو westlay day کیوں کہا جاتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ویسٹ لائی فرانس کے ایک قصبے کا نام ہے۔ انقلابِ فرانس (1788ء) میں سب سے پہلے اسی قصبہ پر قبضہ کیا گیا تھا اور 1789ء میں سب سے پہلے اس قصبے میں جشن منایا گیا۔ اسی نسبت سے قومی جشن کے دن کا نام ویسٹ لائی ڈے ہے۔ یہاں ایک بات مدنظر رہے کہ انقلاب فرانس ایک مکمل انقلاب نہیں تھا بلکہ انقلاب کا محض ایک جزو تھا۔ کیونکہ وہ معاشرتی اور معاشی انقلاب نہیں تھا بلکہ صرف سیاسی انقلاب تھا جس نے جمہوریت کی بنیاد ڈالی۔ صحیح انقلاب جس پر انقلاب کا لفظ فٹ آتا ہے وہ صرف ایک بار دنیا میں آیا ہے اور وہ تھا اسلامی انقلاب جو نبی اکرم ﷺ نے برپا کیا تھا۔ وہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی انقلاب تھا جو کہ ہمہ جہتی انقلاب تھا۔ اسلامی انقلاب کے نتیجے میں عرب کا بے حیا معاشرہ باحیا معاشرہ بن گیا۔ اسی طرح اسلامی انقلاب نے سود کا خاتمہ کر کے ظلم و جبر کے نظام کا خاتمہ کیا جس سے ایسا معاشی انقلاب آیا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ اسی انقلاب کا پرتو آج اگر ہم پاکستان میں حاصل کر لیں یا اس کے کسی حصے کو ہم یہاں نافذ کر لیں تو پاکستان کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پاکستان اگر ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے تو یقینی طور پر پاکستان دنیا کے لیے ایک ماڈل سٹیٹ بن سکتا ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

انسانیت کا مذہب

محمد سمیع

عبدالستار ایدھی مرحوم کی وفات کے بعد قومی سطح پر پیش کیے گئے خراج تحسین نے ایک بار پھر اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ خلوص کے ساتھ کیے گئے کام کی اللہ کے نزدیک اہمیت تو ہے ہی، دنیا میں بھی کسی کی پُر خلوص محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ جس طرح انہیں عوامی پذیرائیاں اس دنیا میں حاصل ہوئی ہیں۔ اُخروی زندگی میں انہیں اللہ کی جانب سے بھی پذیرائی حاصل ہو اور جسے یہ دولت حاصل ہو جائے، ہم اس کی خوش قسمتی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

البتہ ایک جملہ جو ان سے منسوب کیا جا رہا ہے وہ اس کم فہم کے نزدیک محل نظر ہے اور وہ جملہ یہ ہے کہ انسانیت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ دنیا میں مٹھی بھر ملحدین کے سوا کوئی انسان ایسا نہیں جس کا کوئی نہ کوئی تعلق کسی نہ کسی مذہب سے نہ ہو۔ کوئی یہودی ہے تو کوئی عیسائی، کوئی مسلمان ہے تو کوئی ہندو اور نہ جانے دنیا میں کتنے مذاہب ہیں جن کی پیروی انسان کرتا ہے۔ تو یہ کہنا کہ انسانیت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، عقل سے بعید بات ہے۔ اول تو یقین نہیں آتا کہ عبدالستار ایدھی مرحوم نے ایسی کوئی بات کہی ہوگی اور اگر انہوں کسی خاص سیاق و سباق کے حوالے سے یہ بات کہی ہو تو یہ بھی ان لوگوں کو تحریروں میں واضح کرنا چاہیے تھا۔ رہی یہ بات کہ انہوں نے دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کی سماجی خدمات کیں تو یہ تو ہمارے دین کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

دوسری بات جو ہم مسلمانوں کے لیے اہم ترین اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب کے برعکس ہمارا دین پورے عالم انسانیت کے لیے ہے۔ قرآن و حدیث میں بار بار یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اور تمام انسانیت کے لیے دین اسلام دے کر بھیجا تھا۔ اس حوالے سے ساری انسانیت کا مذہب اسلام ہونا چاہیے۔ اہل علم نے انسانیت کو دو گروہوں میں بانٹ کر دونوں کو امت محمدیہ قرار دیا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو حضور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے اہل علم امت اجابت کہتے ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو حضور ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا اسے امت دعوت قرار دیا گیا ہے۔ اب اگر ہم میں سے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ انسانیت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے دین اسلام کی ہمہ گیری کو سمجھا ہی نہیں۔

یہ جملہ سیکولر ذہنیت کے حامل مسلمانوں کو تو قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن ایک ایسے مسلمان کو ہرگز قابل قبول نہیں جو دین اسلام کا فہم رکھتا ہو۔ اسے معلوم ہے کہ دین اسلام کے پیروکاروں کی زندگی کے چھ گوشے ہیں۔ پہلے تین گوشے انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں یعنی عقائد، عبادات اور رسومات۔ ان تین گوشوں کو آج کے سیکولر عقائد کی روشنی میں مسلمانوں کی زندگی کے سیکولر گوشے کہہ سکتے ہیں۔ بقیہ تین گوشے وہ ہیں جنہیں اجتماعی گوشے کہا جا سکتا ہے اور وہ معاشرتی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام۔ ان تین گوشوں کو سیکولرازم نے انسانی زندگی سے خارج کر دیا ہے ان معنوں میں کہ ان گوشوں میں سیکولرازم کسی آسمانی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جبھی سیکولر حضرات کا دعویٰ ہے کہ ریاستی امور میں کسی مذہب کا کوئی دخل نہیں۔ انفرادی زندگی میں تو وہ مذہب کو دخیل سمجھتے ہیں، اجتماعی زندگی میں نہیں۔ اسی لیے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سیکولرازم لامذہبیت نہیں ہمہ مذہبیت ہے اور یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے اسی لیے سیکولرازم کو یہ تو گوارا ہے کہ مذہبی لوگ اپنے عقائد کے مطابق عبادات اور رسومات میں آزاد ہیں لیکن یہ گوارا نہیں کہ معاشرتی، معاشی اور سیاسی سطح پر مذہب دخیل ہو بالفاظ دیگر مذہب کا ریاستی امور سے سرے سے کوئی تعلق سیکولرازم قبول نہیں کرتا۔ جبھی وہ مرد کی مرد سے اور عورت کی عورت کی شادی کو ناجائز نہیں سمجھتا۔ سود کو اس نے جائز قرار دے رکھا ہے اور سیاست میں وہ پارلیمنٹ کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں نہ کہ کسی آسمانی ہدایت پر۔ دنیا میں مذہب کا لفظ صرف ذاتی زندگی تک محدود ہے۔ المیہ یہ ہے کہ خود مسلمان معاشروں میں بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں لوگوں نے مذہب کی اصطلاح کو ہی اختیار کر رکھا ہے حالانکہ اسلام مذہب ہی نہیں دین بھی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ تبلیغی جماعتوں نے تبلیغ کو زندگی کے انفرادی گوشوں تک ہی محدود کر رکھا ہے۔ معاشی اور معاشرتی نظام کی وہ بات نہیں کرتے اور سیاست کو تو انہوں نے تبلیغ میں حرام کر رکھا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس تبلیغ کے نتیجے میں لوگوں کے ظواہر میں کچھ تبدیلیاں ہو جاتی ہیں اور کچھ عبادات سے شغف بڑھ جاتا ہے لیکن زندگی کے جو اجتماعی گوشے ہیں، ان سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کا ظہور اس صورت میں ہوتا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں کی پابندی بھی ہے، زکوٰۃ و خیرات اور دیگر عبادات پر بھی عمل نظر آتا ہے لیکن بزنس کی موجودہ اتھکس (Business ethics) پر بھی پوری طرح عملدرآمد بھی ہو رہا ہے۔ رشوتیں دینے اور لینے میں کوئی قباحت نہیں، سود سے کوئی نفرت نہیں، انڈر انوائسنگ اور اوور انوائسنگ بھی جاری ہے اور مال کا نمونہ کچھ اور، برآمد کیے جانے والا مال کچھ اور۔ اس قسم کی بیشتر ایسی باتوں پر بھی عمل جاری ہے جس کا ہمارا دین اجازت نہیں دیتا۔ جب وہ رشوت کو چائے پانی کا خرچہ سمجھ کر جائز کر لیتے ہیں تو دیگر اس قسم کے معاملات کے لیے بھی انہوں نے کوئی نہ کوئی جواز گڑھ رکھا ہوگا۔ یہ کوئی سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ احقر کو ان کا ذاتی تجربہ ایسے افراد کے ساتھ ملازمت کے دوران حاصل ہوا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ The hundred نامی کتاب کے مصنف مائیکل ہارٹ نے جب زمانہ پر اثر انداز ہونے والی شخصیات میں نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی، خود عیسائی ہونے کے باوجود اول نمبر پر رکھا تو اس نے اس کے لیے یہ جواز پیش کیا: "This is because he is the only person supremely successful in both the religious and the secular field"۔ اس کے باوجود ہم سیکولرازم کو مکمل طور پر لادینیت سمجھتے ہیں اور سیکولر طبقے نے مذہب کو اجتماعی امور سے بے دخل کر رکھا ہے۔

حقوق قرآن اور تصور ثواب

مولانا عبدالوہاب شیرازی

معلوم حقیقت ہے کہ مسلمانوں پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں، یعنی قرآن پر ایمان لانا جیسا کہ ایمان کا حق ہے۔اس کی تلاوت کرنا جیسا کہ تلاوت کا حق ہے۔اسے سمجھنا جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے۔اس پر عمل کرنا جیسا کہ عمل کا حق ہے اور اس کی تبلیغ کرنا جیسا کہ اس کی تبلیغ کا حق ہے۔کئی بار ایسا ہوتا رہا کہ اپنی کم ہمتی یا غفلت کے سبب لوگ قرآن کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگے تب علمائے حقانی اپنے اپنے انداز سے رجوع الی القرآن کی تحریک کا آغاز کرتے رہے۔ماضی قریب میں خاندان شاہ ولی اللہؒ اور حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے تلامذہ اس کی مثال ہیں۔بالکل قریبی زمانے میں رجوع الی القرآن کی تحریک کی ایک اہم شخصیت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمہ اللہ تھے۔آپ نے لوگوں کو اس جانب متوجہ کیا کہ قرآن پر محض ایمان رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی تلاوت و تفہیم سمیت پانچوں حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔اس کے لیے آپ نے ''مسلمانوں پر قرآن حکیم کے حقوق'' نامی کتابچہ بھی تحریر فرمایا۔آپ نے مسجد نبوی میں بحالت اعتکاف یہ کتابچہ محدث العصر حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا اور علامہ بنوریؒ نے دوران اعتکاف ہی اس کا مطالعہ فرما کر ایک مقام پر اصلاح فرمائی۔اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحبؒ نے کئی دروس و خطابات میں مسلمانوں پر قرآن کے مندرجہ بالا پانچ حقوق واضح کیے۔آپ نے بالکل درست طور پر عوام الناس اور بالخصوص مذہبی رجحان رکھنے والوں کو اس جانب بھی متوجہ کیا کہ قرآن محض ثواب کمانے کا آلہ نہیں ہے بلکہ اس سے مطلوب تو تحصیل ایمان وہدایت ہے۔جس کے لیے تفہیم ضروری ہے اور قرآن پاک کو صرف حصول ثواب کے لیے خاص کر لینا مناسب طرز عمل نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس درست بات کو جب دوسرے لوگوں نے بیان کرنا اور اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ قرآن محض ثواب کی کتاب نہیں تو بالکل غیر ارادی طور پر اس سے کچھ غلط فہمیاں اور نقصانات بھی ہوئے۔قرآن حکیم کی تلاوت سے ثواب کا حصول لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گیا اور اس کا نقصان یہ ہوا کہ تلاوت قرآن لوگوں کے معمولات میں سے نکلتی چلی گئی۔ہمارے خیال میں رفقائے تنظیم میں مناسب حد تک اشتغال بالقرآن کا نہ پایا جانا اسی طرز بیان کا شاخسانہ ہے۔حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے کبھی بھی بے سمجھے تلاوت کے ثواب کا انکار نہیں کیا۔یہ دراصل منکر سنت مسٹر غلام احمد پرویز کا باطل نظریہ ہے کہ وہ بلا سمجھے تلاوت کے ثواب کے انکاری ہیں۔اہل سنت کے عقائد میں قرآن کی بابت تصریحاً لکھا گیا ہے ((المتعبد بتلاوتہ)) کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے کا بھی ثواب ہوتا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فہم قرآن کی پُرزور ترغیب دیتے ہوئے بھی ثواب کو صرف نظر نہیں کرتے ملاحظہ کیجیے:

''پڑھے لکھے لوگ جنھوں نے تعلیم پر زندگیوں کا اچھا بھلا عرصہ صرف کر دیا ہو اور دنیا کے بہت سے علوم و فنون حاصل کیے ہوں، مادری ہی نہیں غیر ملکی زبانیں بھی سیکھی ہوں، اگر قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھیں تو عین ممکن ہے کہ وہ قرآن کی تحقیر و توہین اور تمسخر و استہزاء کے مجرم گردانے جائیں اور اس اعراض عن القرآن کی سزا تلاوت کے ثواب سے بڑھ جائے۔الا یہ کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرنے کا عزم کر لیں اور اس کے لیے سعی و جدوجہد شروع کر دیں تو درمیانی عرصے میں اگر مجرد تلاوت بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ اس کا اجر انہیں ملتا رہے گا''۔(مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق)

اب اس مقام پر آپ نے پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی ثواب کا اثبات کیا البتہ باوجود صلاحیت کے فہم قرآن سے اعراض یقیناً ان کا جرم ہے جس کا گناہ انہیں الگ سے ہوگا۔اسی کتاب کی تلخیص ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' میں ملاحظہ فرمائیے: ''قرآن مجید کا تیسرا حق یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے۔قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے لیکن یہی وہ سب سے زیادہ مظلوم کتاب بھی ہے جو سب سے زیادہ بغیر سمجھے پڑھی جاتی ہے۔ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ بغیر سمجھے اس کی تلاوت کا کوئی ثواب نہیں ہے۔آنحضور ﷺ کا وہ فرمان مبارک ہمارے سامنے ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔پھر آپ ﷺ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ الٓمّٓ تین حروف ہیں، ان کی تلاوت پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔آپ کے اس قول مبارک سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بغیر سمجھے تلاوت کرنا بھی ثواب سے خالی نہیں۔لیکن ہمارے لیے قابل غور بات یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے میں تمام زندگیاں کھپا دیں لیکن اللہ کے دین کو سمجھنے کے لیے بنیادی عربی تک نہ سیکھ سکے وہ اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟ ہم اگر دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیس سال لگا دیتے ہیں اور دولت کمانے کی خاطر ہر قسم کی اجنبی زبان سیکھنے کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں لیکن اللہ کے پاک کلام کو سمجھنے کی خاطر عربی زبان سیکھنے کی کوشش تک نہیں کرتے تو اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہماری نگاہوں میں اللہ کے کلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔اپنے اس طرز عمل سے جو گویا قرآن کی تحقیر کے مرتکب ہو رہے ہیں جو بہت بڑا جرم ہے۔لہٰذا وہ تمام لوگ جنہوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے یعنی ایف اے، بی اے یا ایم اے وغیرہ کیا ہے ان کے لیے عربی زبان سیکھنا ازبس ضروری ہے۔''

محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے اس انداز تحریر سے سبق ملتا ہے کہ فہم قرآن کی ترغیب تو دی جائے لیکن ثواب کی نفی نہ کی جائے بلکہ تفہیم کے ساتھ ساتھ ثواب کا ذکر ضرور کرنا چاہیے کیونکہ اس سے تلاوت قرآن کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے تلاوت قرآن فہم قرآن کی پہلی منزل ہے۔

ترغیب وتشویق کی اہمیت:

ترغیب وتشویق کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا جنت اور اس کے نعمات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اللہ نے رسولوں کو بشیر اور نذیر قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے انداز تربیت میں ترغیب و تشویق کو بہت ہی دخل تھا۔ آپ نے نماز جیسے بنیادی فرض کے بہت زیادہ فضائل بیان فرمائے مثلاً صبح شام مسجدوں میں حاضری کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی جنت میں صبح وشام مہمانی کرے گا (متفق علیہ)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے نماز باجماعت کی ترغیب دی تو ساتھ ہی ہر قدم پر ایک نیکی ملنے اور ایک گناہ معاف ہونے کی خوشخبری سنادی۔ (مسلم)

آپ نے نماز پنجگانہ کی ترغیب کی غرض سے سوال کیا بتاؤ اگر کسی کے گھر کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ دن میں پانچ بار اس میں سے غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گا صحابہ نے عرض کیا اس میل میں سے کچھ نہ بچے گا آپ نے فرمایا: یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی اللہ ان کے ذریعے سے خطائیں معاف کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم صفہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ وہ بازار بطحان میں جائے اور بغیر قطع رحمی اور بغیر گناہ کے دو فربہ اونٹنیاں لے آئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ہم میں سے ہر ایک کو پسند ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مسجد میں جائے اور کتاب اللہ کی دو آیات پڑھ لے تو یہ دو اونٹنیوں کی طرح ہے اور جتنی زیادہ آیتیں پڑھے گا تو یہ اتنی اونٹنیوں کے برابر ہے۔ (مسلم)

اسی طرح آپ نے قرآن پڑھنے پر قرآن کی شفاعت کا ذکر فرمایا: قرآن پڑھو کیونکہ وہ اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔ چمکنے والی سورتوں البقرہ اور آل عمران کی تلاوت کیا کرو کہ وہ قیامت والے دن دو بدلیوں یا صف در صف پرندوں کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے پڑھنے والوں کو اپنے سائے میں لے لیں گے اور فرمایا "بقرہ کی تلاوت کیا کرو کہ اس کا پڑھنا برکت اور نہ پڑھنا باعث حسرت ہے اور باطل پرست (جادوگر) اس کے پڑھنے والے پر قابو نہیں پا سکتے" (مسلم)۔ یہ چند مثالیں ہیں ورنہ کتب سنت و سیرت، بیان فضائل اور ترغیب وتشویق سے بھری ہوئی ہیں۔ پس رفقاء کی تربیت میں ترغیب وتشویق کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے حدیث کے کسی بھی مجموعے مثلاً امام منذری کی الترغیب والترہیب، امام نووی کی ریاض الصالحین، یا امام بخاری کی الادب المفرد وغیرہ سے ترغیب وتشویق کے باب میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تینوں معتبر کتابیں ہیں اور اردو ترجمے کے ساتھ بآسانی دستیاب ہیں۔ تلاوت قرآن کے علاوہ تمام تربیتی امور میں بھی ترغیب وترہیب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً ہمارے اجتماعات اسرہ، مبتدی وملتزم کورسز اور دیگر تعلیمی اور تربیتی پروگراموں میں حاضری کے لیے ترغیب وتشویق دی جاسکتی ہے کہ آپ سات دن تک ایسے ماحول میں رہیں گے کہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھیں گے، سات دن تہجد پڑھیں گے، سات دن بے پردگی، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ مسجد کے مبارک اور بابرکت ماحول میں رہیں گے۔ سات دن علم دین حاصل کریں گے اور پھر علم کے فضائل والی احادیث سنائی جائیں تو یقیناً اس سے رفقاء کی حاضری اور کارگردگی میں اضافہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

اللہ ہمیں اپنے دینِ متین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ ❁❁❁

بقیہ: شیوخ الجامعات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کے حضور کرنی ہے۔ وہ جامعات میں صرف تعلیم کے حصول کے لیے تشریف لائیں اور دیگر لایعنی مشاغل سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اپنی اہلیت وقابلیت میں اضافہ کریں اور اپنی معاش کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی مدنظر رکھیں۔ اگر بہت زیادہ ضرورت محسوس ہو تو والدین سے کہہ کر اپنے شریک سفر کا بروقت انتخاب کرلیں اور اپنے آپ کو بے راہ روی سے ہر قیمت پر بچائیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے نوجوانوں سے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو کوئی مہر کی ادائیگی کا بندوبست کرسکتا ہو تو اسے چاہیے کہ شادی کرلے اور جو گنجائش نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے۔ اس طرح وہ اپنی عصمت کی آسانی سے حفاظت کرسکے گا۔ ہم سب کو "اس دن سے ڈرنا چاہیے جس دن ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے" (البقرۃ:281)

ضرورت رشتہ

☆واہ کینٹ کی رہائشی اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے عمر 28 سال، قد 5.7، الیکٹرانکس انجینئر، گورنمنٹ ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل بچی کا ہم پلہ رشتہ مطلوب ہے۔ واہ کینٹ، راولپنڈی، اسلام آباد سے رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-5369827
051-4533645

☆ملتان میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، برسرروزگار، تعلیم یافتہ، عمر 35 سال — اور بیٹی تعلیم ایم اے اردو، بی ایڈ، عمر 32 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل رشتوں کی ضرورت ہے۔ برائے رابطہ: 0345-7119550

☆لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے پولیٹیکل سائنس۔ عمر 31 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: 0301-4330082

دعائے مغفرت
إنا لله وإنا إليه راجعون

☆پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق ملک قمر نواز وفات پاگئے
☆پیپلز کالونی فیصل آباد کے رفیق آصف ندیم کے والد وفات پاگئے
☆واہ کینٹ کے رفیق امجد نذیر کے سُسر وفات پاگئے
☆مقامی تنظیم بہاولنگر کے نقیب شاہد حسین مغل کے بھائی وفات پاگئے
☆فیصل آباد غربی کے قائم مقام امیر امتیاز احمد کے دادا وفات پاگئے
☆منفرد اسرہ گوجرہ کے رفیق عبد الرحمٰن کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے
☆شادمان ٹاؤن کراچی شمالی کے رفیق عطاء الرحمٰن عارف کی ممانی وفات پاگئیں
☆سوات کے ملتزم رفیق حبیب الرحمٰن کے چچا وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

بلیئر نے معافی مانگی!

محمد فہیم

مسٹر ٹونی! تمہارا یہ واویلا اب کسی کام کا نہیں۔ تم نے انسانیت کے خلاف ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ اگر تمہیں ہزار بار بھی اس دنیا میں پھانسی دی جائے تو بھی انصاف کا تقاضا کسی بھی درجے میں پورا نہیں ہوسکے گا کیونکہ تم لاکھوں انسانوں کے قتل میں حصہ دار بن چکے ہو۔ ویسے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تمہیں ضمیر کی خلش نے یہ معافی مانگنے اور اپنی غلطیوں کے اعتراف پر مجبور کیا ہے۔ تاہم بہت سارے لوگوں کو یقین ہے کہ تمہارا ضمیر بالکل مرچکا ہے اور تم نے ضمیر کی آواز پر نہیں بلکہ صرف اپنے سیاسی مستقبل کو بچانے کے لیے یہ مکر کے آنسو بہا کر معافی مانگی ہے لیکن تم نے معافی صرف برطانوی قوم سے ان کے اس جنگ میں کام آنے والے چند درجن فوجیوں پر مانگی ہے۔ تمہارے خطاب میں عراقی جنگ میں لاکھوں عراقیوں کے قتل عام پر معافی کا ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ لہٰذا اعوام الناس سمجھتے ہیں کہ تمہارے ضمیر کی کوئی آواز نہیں۔

تم لاکھوں عراقی بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں، خواتین، سیاستدانوں، سائنسدانوں اور عام شہریوں کے قتل میں بڑے مجرم بُش کے ساتھ برابر کے شریک ہو۔ تم نے جنگ صرف اور صرف صیہونی دباؤ پر لڑی ہے۔ تمہارا اور تمہارے ساتھ دیگر امپرئیلسٹس کا ہدف اور مدعا صرف صیہونی ریاست اسرائیل کو مزید تحفظ دینا اور عراق جیسے قدرتی وسائل سے مالامال ملک پر قبضہ کر کے ان کے وسائل کو لوٹنا تھا۔ جو تم نے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر کے اور ان کی کھربوں ڈالرز کی انفراسٹکچر اور جائیدادوں کی تباہی کے بعد حاصل کر ہی لیا۔ تم نے عظیم اسلامی ورثہ کو تباہ کر کے اجاڑ دیا۔ اور سب کچھ لوٹ کر ایک عظیم مسلمان ملک کو خاک وخون میں نہلایا۔

تم اس پابندی میں بھی شریک جرم رہے جس کی وجہ سے عراق پر حملے سے پہلے 20 لاکھ بچے بھوک اور بیماریوں کی وجہ سے موت کا نوالہ بن گئے تھے۔ تم نے عراق میں نسل کشی کر کے انسانیت کے نام پر نہایت ہی بدنام دھبہ لگایا ہے۔ تم جمہوریت اور آزادی کی بات کر کے نہیں تھکتے حالانکہ تمہارے جنگی عزائم کے خلاف برطانیہ کے لاکھوں شہری باقاعدہ احتجاجاً سڑکوں پر نکل آئے تھے اور میلوں لمبے جلوسوں میں انھوں نے عراق پر حملے کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے جنگ سے نفرت کا پیغام دیا تھا، مگر تمہارا جمہوریت کا دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔ جنگ کا فیصلہ آپ نے بڑے مجرم بُش کے ساتھ مل کر کیا تھا حالانکہ یو این انسپکٹروں نے اپنی رپورٹ میں واضح طور پر کہا تھا کہ صدام حسین کے پاس WMD کا کوئی ذخیرہ نہیں اور وہ نیوکلیئر طاقت بننے سے ابھی بہت دور ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ عراق پر حملہ اور اسے تباہ کرنے کے پیچھے جو محرک تھا وہ اسرائیلی ریاست کو مزید تحفظ فراہم کرنا اور عراق کے قدرتی اور قومی وسائل پر قبضہ کرنا تھا جو آپ نے کر ہی لیا۔ وہاں پر نوری المالکی اور العبادی جیسے اپنے بونے مقرر کر کے آپ نے مسلمانوں کی مقدس سرزمین پر بالواسطہ قبضہ کرلیا ہے۔ اب تم مکر کے آنسو بہا رہے ہو۔ تم نے برطانوی قوم سے ان کے چند فوجیوں کو جنگ میں کام آنے پر معافی صرف اس لئے مانگی ہے کہ تمہیں سیاسی کیرئیر کی فکر لاحق ہوچکی ہے۔ تم جنگی مجرم ہو۔ تم پر مقدمہ چلا کر سولی پر چڑھانے سے اگرچہ انصاف کے تقاضے تو پورے نہیں ہوں گے تاہم انٹرنیشنل دنیا کو یہ پیغام مل جائے گا کہ اس دنیا میں کسی حد تک انصاف ہو رہا ہے اور اس لیے یو این، سکیورٹی کونسل، بین الاقوامی عدالت، انصاف جیسے اداروں پر کسی حد تک لوگوں کا اعتماد بحال ہوسکے گا۔ لیکن چونکہ تم نے لاکھوں لوگوں کو قتل کیا، لاکھوں کو اپاہج اور معذور بنایا، لاکھوں کو ملک سے باہر ہجرت پر مجبور کیا اور لاکھوں کو اپنی اُجڑی ہوئی بستیوں پر روتا چھوڑ کر بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا تمہارے لئے پوری سزا کا انتظام تو صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بروز قیامت تمہیں ایسی سزا دینے پر قادر ہے جو تمہارے مظالم کے متناسب ہوگی۔ یہاں اگر تمہیں پھانسی بھی دی جائے تو انصاف کا تقاضا پورا نہیں ہوسکے گا۔ کیونکہ تم نے ایک جان نہیں لاکھوں انسانوں کو قتل کرنے کے لیے آگ وخون کا بازار گرم کرنے میں حصہ لیا۔ قیامت کے دن تم اور بُش دونوں رسوا ہوگے۔ تاہم دنیا چاہتی ہے کہ تمہیں یہاں بھی انسانی پیمانوں پر جو ہوسکے وہ سزا دی جائے، تمہارا ضمیر تو کب کا مردہ ہوچکا ہے۔ لیکن ان لاکھوں مظلوم مقتولین کی ارواح تمہارا پیچھا تمہاری قبر تک کرتی رہیں گی اور تمہیں اب آرام کی نیند نصیب نہیں ہوسکے گی۔ تمہاری شیطانی چالیں اب بھی چل رہی ہیں اور داعش وغیرہ جیسی تحریکیں بھی تمہارے جیسے لوگوں کی پیدا کردہ ہیں تاکہ اس ریجن میں مسلم ممالک ہمیشہ کے لیے غیر محفوظ رہیں اور ان میں استحکام نہ آسکے۔

عراق گزشتہ 13 سالوں سے مسلسل بربادی کے طوفانوں سے دوچار آرہا ہے۔ تم نے صیہونی ریاست کے صدام حسین سے بے جا خوف اور اندیشوں کی بنیاد پر ایک پوری قوم کی تباہی کرادی۔ وہی صیہونی ریاست جس کی پہلی اینٹ 1917ء میں بالفور ڈیکلریشن میں رکھی گئی تھی اور جو آج فلسطینیوں کے خون پر پل رہی ہے۔ آپ کے خلاف چلکوٹ رپورٹ (Chilcot Report) کم ازکم اس راز پر سے پردہ اٹھاتی ہے کہ تم نے عراق پر حملہ کرنے سے بہت پہلے بغیر کسی تفتیش اور ثبوت کے بغیر بُش کے ساتھ اکٹھے ہوکر حملہ کرنے کا پکا وعدہ کیا تھا۔ برطانیہ کے اندر بہت سے صحیح الدماغ لوگوں نے تمہارے اس دیوانے پن کے خلاف احتجاج بھی کیا تھا۔ بہت سارے ممبران پارلیمنٹ نے مخالفت کی تھی۔ عوام نے بڑے بڑے جلوس نکالے۔ آنجہانی رابن کک نے تمہارے ظالمانہ فیصلہ کے خلاف اپنی بہت ہی مقتدر پوزیشن سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور تم ظالم کے ساتھ لاکھوں انسانوں کے قتل کے مرتکب ہوچکے۔ اب ہر آدمی بغیر تفریق مذہب، رنگ ونسل یہی چاہے گا کہ تمہاری کم ازکم اس دنیا میں سزا یہ ہو کہ تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ ہم تمام اس نعرہ میں شریک ہیں کہ ”ٹونی بلیئر کو پھانسی لگادو“

شیوخ الجامعات سے اپیل

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جامعات (Universities) کے سربراہوں کو Vice Chancellors کہا جاتا ہے۔اس کا اردو ترجمہ شیوخ الجامعات ہو سکتا ہے۔ اسی(80) کی دہائی میں ہمارے دور طالب علمی میں جامعہ کراچی کے Vice Chancellor کے لیے اکثر اردو اخبارات شیخ الجامعہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے حالانکہ اس وقت تک کسی عدالت عظمیٰ (Supreme Court) نے اردو کو قومی زبان کے طور پر اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ شاید اس کی وجہ تحریک پاکستان سے آگاہی تھی کہ جس کا ایک محرک اردو ہندی جھگڑا بھی تھا۔ آزادی کے بعد تو ہم تحریک پاکستان کے اصل محرک ''پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ'' کو بھی بھول گئے تو باقی محرکات کس کو یاد رہیں گے۔ خیر آج ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شیوخ الجامعات سے ایک دردمندانہ اپیل کریں گے، اس دعا کے ساتھ کہ اگر وہ ہماری اپیل پر توجہ فرمائیں گے تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے اور اگر وہ ہماری التجا کو لائق توجہ نہیں سمجھیں گے تو ہم ان کے لیے ہدایت کی دعا کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنا اختیار مطلق ہے کہ چاہے تو انہیں ہدایت سے نوازے اور چاہے تو ان کے ساتھ اپنی صفت عدل کے مطابق فیصلہ فرمائے۔ ہمارا کام ابلاغ ہے سو وہ ہم کرتے رہیں گے۔

ہمارے تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم رائج ہے جو کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ اسلام کی معاشرت کا طرۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ غیر مخلوط (segregated) ہے۔ اصولی طور پر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں لڑکوں اور لڑکیوں کے الگ الگ تعلیمی ادارے ہونے چاہئیں اور جب تک یہ نہیں ہوتا تو کم از کم ہنگامی اور وقتی طور پر ملک کے تعلیمی اداروں میں عام طور پر اور تمام جامعات میں خاص طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کی علیحدہ کلاسیں ہونی چاہیے تاکہ کسی ذہنی، قلبی اور روحانی خلفشار کے بغیر بچے اور بچیاں اپنی تعلیم پر توجہ دے سکیں۔ یہاں یہ بات عرض کر دینا مناسب ہے کہ نوجوان بچوں اور بچیوں کا باہمی اختلاط فطری طور پر ایک دوسرے کی طرف کشش کا سبب بنتا ہے۔ اسی فطری ضرورت کے تحت ازدواجی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ ازدواجی تعلق کے بغیر جہاں بھی غیر محرم مردوں اور عورتوں کو آزادانہ طور پر باہم ملنے کے مواقع ملیں گے وہاں خرابیاں جنم لیں گی۔ اسی لیے اسلام نے ستر وحجاب کے مفصل احکام کے ساتھ ساتھ شرم وحیا اور عصمت وعفت کے ضمن میں انتہائی واضح ہدایات دی ہیں۔ حیا ایمان کا اہم ترین شعبہ ہے اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ حیا اگر فوت ہو جائے تو ایمان کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ تعلیم کا مقصد بھی خود آگاہی اور خودشعوری ہے جس کا لازمی نتیجہ معرفت الٰہی ہے۔ جس تعلیم سے صرف حیوانی جذبات کی تسکین ہوتی ہو وہ مسلمانوں کے لیے سم قاتل ہے۔

جب تک ہمارے ہاں تعلیمی اداروں میں اور بطور خاص جامعات میں غیر مخلوط تعلیم کا انتظام نہیں ہوتا، اس وقت تک ایسا اہتمام کیا جائے کہ شرم وحیا کے کم سے کم تقاضے پورے ہو سکیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے توجہ لباس پر دی جائے۔ ہر لڑکے اور لڑکی کو پابند کیا جائے کہ وہ حیادار لباس زیب تن کرے۔ بہتر یہ ہوگا کہ جامعات اپنے یونیفارم متعارف کرائیں۔ اس میں شلوار قمیص کو ترجیح دی جائے تو قومی تشخص کی بحالی ہوگی۔ اس وقت ہم آدھے تیتر آدھے بٹیر بنے ہوئے ہیں۔ مغرب کی نقالی میں جینیں اور sleeveless پہن کر جامعات کے ماحول کو آلودہ نہ کیا جائے۔ بہت ہی اچھا ہوگا اگر عام کپڑوں کے اوپر گاؤن پہننے کو رواج دیا جائے۔ شیوخ الجامعات اگر توجہ دیں اور اس کام پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھ کر اخلاص سے اپنی اپنی جامعات کو صاف ستھرا ماحول دینے کی جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوں۔ اس وقت جامعات میں اخلاقی وروحانی اقدار جس طرح پامال ہو رہے ہیں، اس کا فوری نقصان تو یہ ہو رہا ہے کہ ہمارا معیار تعلیم بہت گر گیا ہے۔ مزید برآں آئے دن قتل وغارت کا سبب بھی بنیادی طور پر یہی جنسی انارکی بن رہی ہے۔

ہم والدین سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ جامعات کے ساتھ تعاون کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم ''بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے'' (التحریم:6) پر عمل کرتے ہوئے اپنے بچوں اور بچیوں کو دینی واخلاقی اقدار کا پابند بنائیں۔ والدین کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے بچوں کے حوالے سے جوابدہی ہوگی۔ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق ایک عورت اپنے باپ، بڑے بھائی اور خاوند کو اس لیے جہنم میں لے جائے گی کہ انہوں نے اس کی مناسب دینی وروحانی تربیت کا اہتمام نہیں کیا تھا۔

جامعات میں اب یہ مناظر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ بچے اور بچیاں دو دو اور بعض جگہوں پر ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ شغل انتہائی خطرناک ہے۔ اس سے جہاں وقت کا زیاں ہوتا ہے، وہاں پر طرح طرح کے جنسی ونفسیاتی عوارض بھی لاحق ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جامعات میں آنے جانے کے اوقات کا تعین ہو۔ کلاسوں کے علاوہ جامعات میں فارغ گھومنے پھرنے کے مواقع ختم کیے جائیں۔ اس ضمن میں اساتذہ بھی ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ معاشرے کی تعمیر وتشکیل اور افراد معاشرہ کی تربیت میں والدین کے ساتھ اساتذہ کا کردار سب سیزیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اساتذہ کو society makers کہا جاتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ طلبہ کی ذہن سازی کریں۔ ان کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اوقات کو فضول مشاغل میں ضائع نہ کریں۔ آخر یہی وقت استعمال کر کے ہم نے دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرنی ہے۔ جامعات کی سطح کے طلبہ وطالبات جسمانی، ذہنی، اخلاقی وروحانی ہر اعتبار سے بالغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ انہیں یاد دلایا جائے کہ انہوں نے موت کے بعد اپنے اعمال کی جوابدہی (باقی صفحہ 15 پر)

US-Britain led West must Apologize to the Muslim World

After the release of the Chilcot Report, ideally the entire world would have stood united and demanded severest possible punishment to the perpetrators of a crime that led to the loss of at least 3 million innocent lives in Iraq. But when the lives lost were mostly of Muslims, why should the world bother about it? Even if the rest of the world had not done what it must have done, the Muslim World must have gone mad after US-British led West and had demanded an immediate apology to the whole Muslim world, the payment of at least 5 trillion dollars in compensation and a firm commitment of total disengagement from their lands. *(Note: The Nida e Khilafat Team may not agree with all of the demands made per se.)*

But the Muslim World was busy celebrating Eid, distributing sweets and hugging one another. No Muslim country went to the UN to demand an immediate debate and condemnation of the countries involved in the massacre and compensation. There was no such move. Even if there was such a move, it would of course not succeed as the self-styled champions of Democracy have the right to veto any resolution not suited to even one of them. There was hardly any mention of the report in the Eid sermons. They were busy singing the old theme of hostilities against the Muslim World without enlisting the demands against the West.

What can be the bigger evidence of radicalization of the West, their crimes against humanity in general and against Muslims in particular than the fact that whatever little violence in the name of "Terrorism" is being committed by Muslims pales into absolute insignificance in comparison to the West's violence against the Muslim World? And the march of violent radical West did not stop with Iraq. Once tired of Wars, they launched a campaign to fuel and sustain civil wars in Muslim countries.

In response to one single attack on 9/11, in which the culprits of the attack perished with the planes and the alleged mastermind was killed in an isolated attack 11 years later, at least 5 Muslim countries – Afghanistan, Iraq, Syria, Libya and Egypt have been totally destroyed and devastated with more than 7 million lives lost. Still, the international media is busy using isolated "terrorist" attacks here and there killing a few dozen people, allegedly by Muslim outfits, in debating the role of Islam and Muslims rather than that of Westerners and the Christian West.

A BBC Report gives the following as the highlights of the Chilcot Report:

- "UK military commanders made "over-optimistic assessments" of their capabilities which had led to "bad decisions";
- There was "little time" to properly prepare three military brigades for deployment in Iraq. The risks were neither "properly identified nor fully exposed" to ministers, resulting in "equipment shortfalls";
- Policy on the Iraq invasion was made on the basis of flawed intelligence assessments. It was not challenged, and should have been;
- Mr. Blair overestimated his ability to influence US decisions on Iraq; and the UK's relationship with the US does not require unconditional support;
- "At some point" but that when Britain joined the US-led invasion in March 2003, the Iraqi dictator posed "no imminent threat", the existing strategy of containment could be continued and the majority of UN Security Council members supported continuing UN inspections and monitoring";
- "The judgements about the severity of the threat posed by Iraq's weapons of a mass destruction – WMDs – were presented with a certainty that was not justified. Despite

- "The judgements about the severity of the threat posed by Iraq's weapons of a mass destruction – WMDs – were presented with a certainty that was not justified. Despite explicit warnings, the consequences of the invasion were underestimated";
- Tony Blair overstated the threat posed by Saddam Hussein, sent ill-prepared troops into battle and had "wholly inadequate" plans for the aftermath; and
- There was no "imminent threat" from Saddam – and the intelligence case was "not justified".

While the report should be admired for its candidness in examining the reasons for going into war, the report gives a clear impression that even after such a colossal intelligence failure and such a brutal massacre of Iraqi civilians, the authors are pained not mainly by the loss of several million Iraqis but by the loss of "the 179 British service personnel and civilians killed in Iraq between 2003 and 2009".

Even Tony Blair seems to be more remorseful for the lives of British military men rather than for the Iraqi lives. He said, "I feel deeply and sincerely in a way that no words can properly convey the grief and sorrow of those who lost ones they loved in Iraq – whether our armed forces, the armed forces of other nations or Iraqis."

His statement puts Iraqi lives last. For him the lives of hundreds of his people are more important than the lives of the millions of other people. His apology is mainly directed towards his own country and his own people and not to the people of the country which his military men killed at his orders. For him Saddam Hussein was a bigger threat to peace than George Bush despite the fact that his madness had already consumed hundreds of thousands in Afghanistan.

David Cameron, the recently-resigned Prime Minster, also thinks that it was important to "really learn the lessons for the future" because "sending our brave troops on to the battlefield without the right equipment was unacceptable and, whatever else we learn from this conflict, we must all pledge this will never happen again." Again the concern is mainly limited for his own troops. And the families of the 179 British service personnel and civilians killed in Iraq followed their leaders feeling that their loved ones had died "unnecessarily and without just cause and purpose".

The questions that need to be posed to the West are:

- Who gave them the right to categorize "Violence" in a way which suits only its own designs? How can "Terrorism" be a bigger and more condemnable violence than the "Wars" and the "Civil Wars" fueled by them?
- Who gave them the right to change regimes in Muslim countries according to their own will?
- Who gave them the right to send weapons and fighters from outside to sustain valence against the rulers?
- Why should they not apologize in unequivocal terms to the entire Muslim World for the colossal loss of innocent human lives and devastation of their lands?
- Why should they not declare it in no uncertain terms that they will disengage from the Muslim World without any further delay?
- Why should they not be made to pay compensation for the loss of lives and the devastation and destruction of land, property and assets of the Muslim World?
- Why should the leaders responsible not be tried in International Court for crimes against humanity?
- Why should they not face a universal condemnation for their brutalities aimed at its unchallenged hegemony in the world?

When the whole Muslim world should have come on the streets to protest against the brutalities of Radical West, they were still in the Eid mode. Let us see if they come out of the party mood at all in the coming days!

Source Adapted from: *Radiance VIEWSWEEKLY*

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.30
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore